رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۳۸۶

ادب تاجیست از لُطفِ الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

ماہوار مجلّۂ اسلامیہ، علمیہ و ادبیہ

تاج

LIBRARY
Book No. [redacted]
IQBAL ACADEMY, KARACHI.
13 SEP 1971

زیرِ سرپرستی

تاج کمپنی لمیٹڈ، لاہور

جنرل مینیجر
شیخ عنایت اللہ

A

فی پرچہ ۲ر

سالانہ ایک روپیہ

فینسی روغنی طغرے

مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ۔ لاہور

مکان کی تعمیر پر بے دریغ روپیہ خرچ ہو سکتا ہے اور اس کی داخلی صفائی اور ٹیپ ٹاپ بھی صرف زر کثیر کی محتاج ہوا کرتی ہے۔ لیکن جب تک ایک معمولی خرچ اور برداشت نہ کیا جائے۔ اس کی اندرونی آرائش و زیبائش پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی۔ ہمارا مطلب اُن موزوں اور دیدہ زیب تصویری مناظر اور قطعات سے ہے۔ جو صاف ستھری و اُجلی دیواروں پر لٹکے ہوئے نظر اور دل کو لُبھاتے ہیں اور خاموشی سے سحر کاری کرتے ہیں۔ کہ گویائی میں بھی وہ جادو نہیں ہو سکتا۔

آرائش مکان کے معاملے میں معقولیت و موزونیت کو بڑا دخل حاصل ہے۔ عام طبائع اس بارے میں زیادہ احتیاط اور سلیقہ شعاری سے کام نہیں لیتیں۔ بازار سے اناپ شناپ تصویریں اور قطعے لے لینے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے۔ جن میں کوئی خصوصیت نہیں پائی جاتی۔ اس قباحت کے پیش نظر ہمارے ہاں موزوں اور دیدہ زیب تصویروں اور قطعوں کا ایک خاص شعبہ قائم ہے جس میں مکانوں کوٹھیوں۔ دکانوں مجلسوں اور محفلوں وغیرہ کی آرائش کیلئے عمدہ سے عمدہ شائستہ نمونے تیار کرائے جاتے ہیں اور ان میں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اُن کی خصوصیت یہ ہے کہ تصویری مناظر بہت پاکیزہ اور مقدس مقامات مثلاً کعبہ شریف۔ مدینہ منورہ۔ روضۂ تاج محل وغیرہ کے ہیں اور قطعات قرآن مجید کی عربی آیتوں مختصر سُورتوں۔ اسمائے الٰہی۔ اسمائے حضور سرور کائنات۔ سورۂ یٰسین آیۃ الکرسی اردو کی مشہور مناجاتوں معروف نعتوں پر لطف پر زور قومی نظموں۔ پُر تاثیر دعاؤں۔ معقول پند و نصائح کے کلمات پر مشتمل ہیں۔

کاغذ دبیز مضبوط۔ بڑھیا اور ولایتی چھپائی ایک رنگ سے گیارہ رنگوں تک قابل ملاحظہ و لائق دید ہے چھوٹی تقطیع ۱۴ × ۱۰ سے لیکر بڑی تقطیع ۲۰ × ۳۰ تک موجود ہے جس سے تصویروں اور قطعوں کی بیسیوں قسمیں بن گئی ہیں۔ ان کی تفصیل ایک جداگانہ فہرست میں سمائی ہے۔ جو دانشمند اصحاب کو بڑے بڑے شہروں میں کتب فروشوں یا تصاویر فروشوں کے ہاں نمونے پسند کر لینے چاہئیں۔ دفتر ہم سے قطعات کی مصور فہرست طلب فرمانی چاہیئے۔ جو مفت نذر کی جائے گی قیمتیں اتنی ارزاں ہیں۔ کہ امیر تو کجا غریب بھی اُن کی خرید فرما سکتے ہیں۔ چھپائی اور رنگ آمیزی اتنی اعلیٰ و نفیس اور انتخاب اتنا موزوں و معقول ہے۔ کہ ہندوستان بھر میں اُن کا جواب پیدا نہیں۔ آج ہی ایک پوسٹ کارڈ بھیج کر طغروں کی مکمل فہرست مفت منگوا لیں۔

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

شذرات

مسلمان اور تجارت

اسلام میں تجارت کو جو اہمیت دی گئی ہے۔ وہ کسی پیشہ کو بھی نہیں دی گئی۔ فرقان حمید میں تجارت کا ذکر اس بات کا بین ثبوت ہے۔ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہترین پیشہ ہے اسمیں تجارت کا بیان اس رنگ میں کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں سے توقع کی جاتی ہے۔ کہ وہ تجارت کریں۔ مثلاً سورہ جمعہ میں باریتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے،

یاایھا الذین اٰمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع۔ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون

(اے ایمان والو جب تمہیں جمعہ کے دن نماز کے لئے بلایا جائے۔ تو تیزی سے عبادت الٰہی کے لئے (مسجد میں) پہنچ جاؤ۔ اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔ یہ بات تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم سمجھو)

یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن میں کئی جگہ ناپ تول میں کمی کی سخت مذمت کی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ وہ اس سے احتراز کریں۔ عرب زمانہ قدیم سے تجارت پیشہ تھے۔ اور صحابہ کرامؓ عموماً تجارت کیا کرتے۔ خود آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت کی۔ بعد میں بھی عربوں کی تجارتی سرگرمیاں برابر جاری رہیں اور ان کی قومی ترقی کا باعث بنی رہیں۔

لیکن بدقسمتی سے مسلمانان ہند اس اہم ترین پیشہ کی طرف سے نہایت افسوسناک غفلت برت رہے ہیں۔ اور بہت کم مسلمان تجارت کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سر سکندر حیات خاں کی وہ تقریر بیحد قابل قدر ہے۔ جو انہوں نے تاج کمپنی کی دعوت چائے کے موقعہ پر ارشاد فرمائی تھی۔ اس میں انہوں نے بتلایا تھا۔ کہ تجارتی ترقی کا راز محنت اور دیانت میں مضمر ہے۔ اور ان دونوں خوبیوں میں سے مسلمانوں کو بہرہ وافی ملا ہے۔ نیز مسلمانوں کو تجارت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ مسلمانوں کو نہ صرف تاجر بلکہ ملک التجار بننا چاہئے۔ دور حاضر میں تجارت کو روز افزوں اہمیت حاصل ہو رہی ہے۔ اس لئے یہ امر نہایت ضروری ہے۔ کہ مسلمان اس میں نہایت سرگرمی اور انہماک کے ساتھ حصہ لیں۔ تجارت مسلمانوں کے لئے اس بنا پر بھی بیحد ضروری ہے۔ کہ ان کی اقتصادی زبوں حالی صرف تجارت ہی کے ذریعہ سے دور ہو سکتی ہے۔ اور تجارت سنت نبوی بھی

اس لئے ہم خرما وہم ثواب کا مصداق - لہٰذا ہم مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتے ہیں - کہ وہ تجارت میں ترقی کی پُرزور کوشش کریں - اور ان لوگوں کی انتہائی فیاضی وکشادہ دلی کے ساتھ حوصلہ افزائی کریں - جو محنت و دیانت کے ساتھ مفید تجارت میں مصروف ہیں - مثلاً تاج کمپنی لمیٹڈ - تاکہ تجارت کے میدان میں مسلم قوم دوسری قوموں سے پیچھے نہ رہے - بلکہ ان سے گوئے سبقت لے جائے -

تاج میں اقبالیات

اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ اقبال کی وفات ایک ایسا سانحہ عظیم ہے جس کی یاد نہ صرف ہمیں بلکہ ہماری آیندہ نسلوں کو خون کے آنسو رلاتی رہیگی - لیکن صرف یہی کافی نہیں کہ ان کی وفات پر اظہار رنج والم کیا جائے - ان کے مرثیے اور تاریخ وفات کے قطعات لکھے جائیں - یا اُن کی یاد میں "اقبال نمبر" نکالے جائیں - ضرورت اس بات کی ہے - کہ علامہ کی حیات افروز تعلیم کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے - ان کے کلام نے انہیں زندۂ جاوید بنا دیا - اور وہ خود بھی زندہ جاوید ہے - اس کا فیض قیامت تک جاری رہے گا - للہٰذا یہ امر لازمی ہے. کہ لوگوں کو ان کے کلام سے روشناس کرانے کے لئے موثر ترین تدابیر اختیار کی جائیں - چنانچہ ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ "تاج میں اقبالیات" کا مستقل عنوان قائم کر دیا جائے - اس عنوان کے ماتحت علامہ اقبال کے متعلق نہایت مفید مضامین درج کئے جائیں گے - چونکہ علامہ اقبال کے اکثر اشعار دقیق اور تشریح طلب ہیں - اس لئے سردست اس عنوان کے تحت میں ان سوالات کے مفصل جوابات درج کئے جائیں گے - جو کسی شعر یا بعض اشعار کے مطالب کے متعلق کئے جائیں گے - "بزمِ اقبالیات" کی ترتیب شیخ عبدالرحمٰن صاحب طارق کے سپرد کر دی گئی ہے - جو ایک ممتاز ادیب ہیں - اور علامہ اقبال کے اردو وفارسی کلام سے خاص شغف رکھتے ہیں - قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ علاّمہ کے دقیق اشعار کے متعلق اپنے سوالات ارشاد فرماتے رہیں -

تاج کمپنی کا گوشوارہ آمد وخرچ

تاج کمپنی وہ واحد اسلامی کمپنی ہے - جو شاہراہ ترقی پر نہایت تیزی کے ساتھ گامزن ہے جس کی وجہ یہ ہے، کہ اس کے کارکن اس کے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے انتہائی محنت ودیانت کے ساتھ مصروفِ عمل ہیں -

چنانچہ کمپنی نے یکم جنوری ۳۷ء سے ۳۱ دسمبر ۳۷ء تک کے لئے جو گوشوارہ آمد وخرچ گزشتہ ماہ میں شائع کیا ہے - اس سے ظاہر ہوتا ہے - کہ کمپنی سال زیر بحث میں ۷ ہزار ۹۴۴ روپے ایک آنہ ۴ پائی کا خالص منافع ہوا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے - کہ کمپنی کے پاس ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۸۲۷ روپے ۴ آنے ۲½ پائی کی قیمت کا

مال تھا۔ اس میں سے ایک لاکھ ۴۴ ہزار ۱۳۴ روپیہ ۱۰ آنے ½۱ پائی کا مال فروخت ہوا جس سے ۳۰ ہزار ۲۰۹ روپیہ ۱۱ آنے ۱۱ پائی کا مجموعی منافع حاصل ہوا۔ اور اس منافع میں ۲۰۳ روپے ایک آنہ ۶ پائی کی متفرقہ آمدنی بھی شامل ہوگئی۔ اس میں سے کمپنی کے تجارتی مصارف اور سامان کے گھس گھساؤ کی رقم منہا کی گئی۔ اور کمپنی کا خالص منافع ۷ ہزار ۹۴۴ روپے ایک آنہ ۴ پائی قرار پایا

اب ڈائرکٹروں نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ امسال خالص منافع میں سے حصہ داروں کو چھ فیصدی منافع تقسیم کیا جائے۔ جو انکم ٹیکس سے بھی مبرا ہو۔ علاوہ ازیں ڈائرکٹروں نے کمپنی کے استحکام کی خاطر سفارش کی ہے۔ کہ خالص منافع میں سے مبلغ دو ہزار ۵۹۵ روپے ۱۲ آنے ۱۰ پائی سرمایہ محفوظ میں منتقل کر دیا جائے۔ اور خالص منافع کی باقی رقم (۳۵۱ روپے ۳ آنے ۹ پائی) منافع کی مد میں دیگر ضروری مصارف کے لئے قائم رکھی جائے

ڈائرکٹروں کی رپورٹ کا یہ حصہ نہایت امید افزا ہے۔

مطبوعات کی مد کمپنی کے کاروبار کا سب سے بڑا حصہ ہے۔ اور ساتھ ہی سب سے زیادہ منفعت بخش۔ یہی وجہ ہے۔ کہ کمپنی اپنی توجہات زیادہ تر اسی پر صرف کر رہی ہے۔ توقع ہے۔ کہ مستقبل قریب میں اسے مزید وسعت حاصل ہوگی جس سے مزید منافع بھی آئے گا۔ کمپنی مدت زیر تبصرہ کے بعد اپنا مطبع لگانے میں کامیاب ہوگئی ہے۔ جس کا نام "تاج آرٹ پریس" ہے۔ ضرور ہے۔ کہ اپنے مطبع کی بدولت کمپنی کی چھپائی کے مصارف بہت کچھ گھٹ جائیں گے۔

کمپنی اپنے مصارف کی تخفیف کے ساتھ ساتھ اپنی آمدنی کو بڑھانے کے لئے جو زبردست جدوجہد کر رہی ہے اس سے امید واثق ہے کہ وہ آیندہ سالوں میں اور زیادہ منافع دکھلا سکیگی۔

ڈائرکٹروں نے اس امر کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ کہ حصہ داروں کے ذمے بقیہ اقساط کی رقوم بقدر ۲۳ ہزار ۷۸۶ روپے ۲ آنے ۹ پائی واجب الادا ہیں۔ جن کا بیشتر حصہ مدت سے بقائے میں چلا آتا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ اگر یہ لوگ اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے اپنی اقساط بروقت ادا کر دیتے۔ تو اس گرانقدر رقم کے ذریعے سے کمپنی کے منافع میں حیرت انگیز اضافہ ہو جاتا۔ لہذا ہم ان حصہ داروں سے جن کے طرف اقساط کا روپیہ باقی ہے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اسے جلد سے جلد ادا کر دیں۔ تاکہ کمپنی کے کاروبار کو فروغ ہو۔ اور انہیں زیادہ سے زیادہ منافع مل سکے۔

لکھنؤ کے شیعہ اور سنی

لکھنؤ میں عرصہ سے شیعوں اور سنیوں کے درمیان سخت کشیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ جس کی وجہ سے وہاں آئے دن خونریز فسادات رونما ہوتے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ بعض خود غرض اور متعصب شیعوں نے شیخین رضی پر تبرا بازی کا سلسلہ شروع کردیا۔ جس کے جواب میں سنیوں نے مدح صحابہؓ کے مظاہرے ضروری سمجھے۔ اور اس طرح فریقین کے جذبات حد سے زیادہ مشتعل ہوگئے۔ حکومت نے جو مجلس تحقیقات مقرر کی تھی۔ اس کی رپورٹ بھی قطعاً غیر تسلی بخش ہے۔ کیونکہ وہ اس قضیہ کا کوئی حل دریافت نہیں کرسکی۔ چنانچہ اب پھر فسادات کا اندیشہ پیدا ہوگیا ہے۔ اور کرفیو آرڈر نافذ کردیا گیا ہے۔ یہ امر نہایت افسوسناک ہے۔

لٰہذا ہم لکھنؤ کے مقتدر سنی و شیعہ علماء و زعماء سے بہ زور اپیل کرتے ہیں۔ کہ وہ ناخوشگوار قضیہ کا جلد از جلد تصفیہ کرادیں۔ اور اس کی بہترین صورت یہ ہے۔ کہ چند جلیل القدر سنی و شیعہ اصحاب کی ایک کمیٹی بنادی جائے۔ ان کا فیصلہ فریقین ضرور تسلیم کرلیں گے۔ لکھنؤ کے سنیوں اور شیعوں کو حکومت سے یہ توقع ہرگز نہ رکھنی چاہئے کہ وہ اس قضیہ کا تصفیہ کرائے گی۔ یہ کام خود ہی کے کرنے کا ہے۔

ضروری مشورہ

صحت دماغی کو تقویت دینے کے علاوہ اس کارخانہ کے عطریات، روغنیات، تمباکو، عرق وغیرہ جملہ صفات میں ہر طرح خصوصیت رکھتے ہیں۔ انہیں استعمال فرمائیے اور حصول فوائد کے لئے اور بیکاری دور کرنے لئے ایجنسیاں حاصل کیجئے +

میسرز اصغر علی محمد علی تاجر عطر حنا بلڈنگ لکھنؤ

پوسٹ آفس حنا

تار کا پتہ۔ حنا ٹیلیفون نمبر ۱۳۹

برانچیز۔ حیدرآباد دکن۔ قنوج۔ دہلی ایجنسیاں - امین آباد

راجپوتانہ سنٹرل انڈیا

مسٹر عبدالرزّاق عبداللہ

(از قلم شیخ نذیر احمد نمایندہ تاج کمپنی لمیٹڈ بمبئی ۳)

مسٹر عبدالرزاق جن کا فوٹو آج کے تاج کی زینت بنا ہوا ہے ۔ بمبئی کے ایک نہایت معزز و متمول خاندان کے چشم و چراغ ہیں ۔ آپ کے والد کا سایہ بچپن ہی میں سر سے اُٹھ گیا تھا ۔ لیکن آپ کی پرورش اور تربیت اس فہمیدہ ماں کی گود میں ہوئی جس کا دامن اسلامی اوصاف سے پُر تھا ۔ جس کا نتیجہ یہ ہے ۔ کہ مسٹر عبدالرزاق عبداللہ نہایت متمول اور نوجوان ہونے کے باوجود اپنے عیش و آرام کو حرام کر کے قومی کاموں میں سرگرمی سے منہمک ہیں ۔

پنجاب میں مجھے ایک مسلمان رئیس سے ملنے کا اتفاق ہوا ۔ جن کا دو اڑھائی لاکھ روپیہ بنک میں بے کار پڑا تھا میں نے ان سے ذکر کیا ۔ "اگر آپ اس روپیہ کو کاروبار میں لگائیں ۔ کوئی کارخانہ یا فیکٹری کھول دیں ۔ تو نہ صرف آپ ہی کو فائدہ ہوگا ۔ بلکہ قوم کے سینکڑوں بیکار باکار ہوجائیں گے ۔ آپ کے معقول فائدہ کے علاوہ ہزاروں مسلمانوں کی اس طرح پرورش ہو سکتی ہے" ۔ ان کا جواب مجھے ہمیشہ یاد رہے گا ۔ کہنے لگے "بنک سے بغیر ہاتھ ہلائے سود آجاتا ہے ۔ مکانوں کا کرایہ مل جاتا ہے ۔ میں کاروبار کھول کر خواہ مخواہ کی سردردیوں خرید لوں ۔ اپنی آزادی کو کھودوں اب میں آزادی سے جہاں چاہتا ہوں سیر و تفریح کرتا ہوں ۔ یہ مصیبت کون خریدے ۔

یہ ہیں ہمارے اکثر رؤسا کے خیالات ۔ اور قومی ہمدردی کے جذبات ۔ ایسی حالت میں مسٹر عبدالرزاق عبداللہ جو کہ مذکورہ رئیس سے کئی درجہ رئیس اور متمول ہیں ۔ کو جب ہم قومی کاموں میں مصروف پاتے ہیں ۔ تو ہماری خوشی کی انتہا نہیں رہتی ۔ آپ بمبئی کارپوریشن کے ممبر ہونے کے علاوہ بمبئی کی کئی انجمنوں اور اسلامی اداروں کے آپ رکن اعلیٰ اور پریذیڈنٹ وغیرہ ہیں ۔ آپ کم از کم ایک درجن مسلم ٹرسٹوں کے مینجنگ ڈائرکٹر ہیں ۔ آپ کے زیر سرپرستی کئی فری تعلیمی ادارے ۔ فری ڈسپنسریاں چل رہی ہیں ۔ حاجی محمد صابو صدیق ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ کے روح رواں ہیں جس کا ریزرو فنڈ میں ۵ ہ لاکھ روپیہ جمع ہے ۔ بنگال ، پنجاب ، سندھ ، ہندوستان کے ہر گوشہ سے مسلم طلبا آکر یہاں فائدہ اُٹھا رہے ہیں ۔

مسٹر عبدالرزاق کی قومی خدمات اور ارفع اخلاق کے سامنے یہ ٹوٹی پھوٹی سطور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں لیکن ان سے میرا مقصد یہ ہے کہ دیگر مسلم رؤسا کو جو دولت کے نشہ میں بدمست ہیں ۔ اور جن کا وجود قوم کے لئے مفید ثابت ہونے کی بجائے بار اور راہ میں رکاوٹ ہے ۔ مسٹر عبدالرزاق کی اس زندگی سے شاید سبق حاصل کریں ۔ اور قوم کی خدمت کے لئے کچھ کام کر سکیں ۔

مسٹر عبدالرزاق عبداللہ

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب
تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کے دفتر میں
دعوت چائے پر شیخ عنایت اللہ منیجر تاج کمپنی سے گفتگو فرما رہے ہیں

اقبال کا پیام دنیا میں ہمیشہ زندہ رہے گا

(از علامہ سید سلیمان - ندوی)

وقعتِ الواقعہ آخر موت اور حیات کی چند ہفتوں کی کشمکش کے بعد ڈاکٹر اقبال نے دنیائے فانی کو الوداع کہا۔ صفر کی انیسویں اور اپریل کی اکیسویں کی صبح کو عمر کی اکسٹھ بہاریں دیکھ کر اور شاعری کی دنیا میں چالیس برس چہچہا کر یہ بلبل ہزار داستاں اب ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا۔ وہ ہندوستان کی آبرو مشرق کی عزت اور اسلام کا فخر تھا۔ آج دنیا ان ساری عزتوں سے محروم ہوگئی۔ ایسا عارف فلسفی، عاشق رسول شاعر، فلسفہ اسلام کا ترجمان، اور کاروان ملت کا حدی خواں صدیوں کے بعد پیدا ہوا تھا۔ اور شاید صدیوں کے بعد پیدا ہو۔ اس کے دہن کا ہر ایک ترانہ بانگ درا، اس کی جان حزیں کی ہر آواز زبور عجم۔ اس کے دل کی ہر فریاد پیام مشرق۔ اس کے شعر کا ہر پر پرواز بال جبریل تھا۔ اس کی عمر فانی گو ختم ہوگئی۔ لیکن اس کی زندگی کا ہر کارنامہ، جاوید نامہ بن کر انشاءاللہ باقی رہے گا۔ امید ہے۔ کہ ملّت کا یہ غم خوار شاعر اب عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ اور قبول و مغفرت کے پھول اس پر برسائے جا رہے ہوں گے۔ خداوندا! اس کے دل شکستہ کی جو ملّت کے غم سے رنجور تھا۔ غم خواری فرما! اور اپنی ربانی نوازشوں سے اس کے قلب حزیں کو مسرور کر۔

مرحوم کی زندگی کا ہر لمحہ ملّت کی زندگی کے لئے ایک نیا پیام لاتا تھا۔ وہ توحید خالص کا پرستار، دین کامل کا علمبردار، اور تجدید ملت کا طلبگار تھا۔ اس کے رونگٹے رونگٹے میں رسول انام علیہ السلام کا عشق پیوست تھا۔ اور اس کی آنکھیں جسم اسلام کے ہر ناسور پر اشک بار رہتی تھیں۔ اس نے مستقبل اسلام کا ایک خواب دیکھا تھا۔ اسی خواب کی تعبیر میں اس کی ساری عمر ختم ہوگئی۔ ع

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں۔

اقبال کی شاعری بیسویں صدی کے آغاز کے ساتھ شروع ہوئی۔ بیسویں صدی کے اس پیغام رساں نے اپنے اڑتیس برس کے شاعرانہ پیغاموں سے ملّت کے نوجوانوں میں نئی امنگ بھر دی۔ اور نئے سفر کے قطع

منزل کے لئے ان میں نئے سرے ہمت پیدا کر دی - اقبال کا یہ دعویٰ حرف حرف سچا تھا۔

اقبال کی تصنیفات زمانہ میں یاد رہیں گی - وہ اسلام کا غیر فانی لٹریچر بن کر انشاءاللہ رہے گا - ان کی شرحیں لکھی جائیں گی - تشریحیں کی جائیں گی - نظریئے ان سے بنیں گے - ان کا فلسفہ تیار ہوگا - ان کی دلیلیں ڈھونڈھی جائیں گی - قرآن پاک کی آیتوں - احادیث شریف کے جملوں، مولانا رومی اور حکیم سنائی کے تاثرات سے ان کا مقابلہ ہوگا۔ اور اس طرح اقبال کا پیام اب دنیا میں انشاءاللہ ہمیشہ زندہ رہے گا - اور اقبال زندہ جاوید۔

اقبال صرف شاعر نہ تھا - وہ حکیم بھی تھا وہ حکیم نہیں جو ارسطو کی گاڑی کے قلی ہوں یا یورپ کے نئے فلاسفروں کے خوشہ چیں - بلکہ وہ حکیم جو اسرار کلام الٰہی کے محرم اور رموز شریعت کے آشنا تھے - وہ نئے فلسفہ کے ہر راز سے آشنا ہو کر اسلام کے راز کو اپنے رنگ میں کھول کر دکھاتا تھا یعنی بادۂ انگور نچوڑ کر کوثر و تسنیم کا پیالہ تیار کرتا تھا۔

وفد کابل جن تین ممبروں سے بنا تھا - افسوس ہے کہ اس میں سے یکے بعد دیگرے دو چل دیئے - سر راس مسعود اور اقبال اب صرف ایک رہ گیا ہے - اور معلوم نہیں کہ وہ بھی کتنے دن کے لئے ہے -

حریفاں بادہ ہا خوردند و رفتند

مولانا شبلی مرحوم نے اقبال کو اسی وقت پہچان لیا تھا جب ہنوز ان کی شاعری کے مرغ شہرت نے پر و بال پیدا نہیں کئے تھے - چنانچہ انہوں نے پیشگوئی کی تھی - کہ حالی و آزاد کی جو کرسیاں خالی ہوں گی - ان میں سے ایک اقبال کی نشست سے پُر ہو جائے گی - افسوس کہ آج اڑتیس برس کے بعد وہ کرسی خالی ہو گئی - اور اب اس کے بھرنے کی کوئی صورت نہیں -

---

اقبال ہندوستان کا فخر اقبال - اسلامی دنیا کا ہیرو اقبال - فضل و کمال کا پیکر اقبال - حکمت و معرفت کا دانا اقبال - کاروان ملت کا رہنما اقبال - رخصت، رخصت - الوداع - الوداع -

سلام اللہ علیک و رحمتہ الی یوم التلاق

علامہ اقبالؒ کی اُردو شاعری

(از زاھدی)

علامہ اقبالؒ کو بھی تلمذ حضرت داغ سے تھا۔ مگر علامہ نے خوبیٔ زباں و بیساختگی بیاں کے سوا داغ سے کچھ اخذ نہیں کیا۔ اگر ان کا رنگ کسی شاعر پیشین سے ملتا ہے۔ تو وہ حضرت غالب ہیں۔ وہی ندرت طرز ادا۔ وہی فصیح و بلیغ الفاظ۔ وہی پرکیف تراکیب۔ وہی پر سرور استعارات و تشبیہات وہی فارسیت کا اثر۔ وہی تصوف کی چاشنی۔ وہی شوخیٔ گفتار۔ وہی گرمیٔ سوز۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ یہ شاعر فطرت بہت جلد غالب کی حد پرواز سے بہت آگے بڑھ گیا۔ اور اس نے تصوف اسلامی۔ فقر نبویؐ اور تعلیم اسلامی کے گہرے مطالعہ کی برکت سے بہت جلد اصلاحی شاعری کو فلک الافلاک پر پہنچا دیا۔ جسکی داغ بیل حالی، آزاد۔ اور ہمایوں نے ڈالی تھی۔

علامہ نے ایف۔ اے تک مرے کالج سیالکوٹ میں تعلیم حاصل کی۔ جہاں انہیں شمس العلما سیّد میر حسن سے فیض حاصل ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ کی طبیعت میں اُردو فارسی کا اعلےٰ درجہ کا مذاق انہیں کے فیض صحبت سے پیدا ہوا۔ بی۔ اے کی تعلیم علامہ نے گورنمنٹ کالج لاہور میں حاصل کی۔ جہاں پروفیسر ارنلڈ نے اس جوہر قابل کو اپنی توجہات خصوصی سے نوازا۔ اس کے بعد جب وہ اعلےٰ تعلیم کے حصول کے لئے انگلستان گئے۔ تو کیمبرج یونیورسٹی میں ڈاکٹر میک ٹیگرٹ۔ براؤن۔ ساولی۔ نکلسن جیسے فضلا سے علمی فیض حاصل کیا۔ آخر الذکر علامہ اقبال کے شاعرانہ کمالات سے اس درجہ متاثر ہوئے۔ کہ انہوں نے مثنوی "اسرار خودی" کا انگریزی میں ترجمہ کرکے ان کی ولولہ انگیز و حیات افروز شاعری سے مغرب کو روشناس کرایا۔ علامہ کی شاعری سے مولانا شبلی۔ مولانا حالی اور اکبر مرحوم بھی نہایت متاثر ہوئے۔ ان بزرگوں کیساتھ علامہ کی خط و کتابت تھی۔ انہوں نے بارہا ان کے اشعار کی نہایت شاندار الفاظ میں تعریف کی۔

شاعری کی ابتدا۔

علامہ کی شاعری کا آغاز انکی کالج کی زندگی سے ہوا۔ اور انہوں نے کئی مشاعروں میں غزلیں پڑھیں۔ جو بہت زیادہ پسند کی گئیں۔ اس کے بعد جب لاہور میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی۔ جس میں مشہور ادبا و شعرا

نے شرکت شروع کی۔ تو اس کے ایک جلسہ میں علامہ نے "کوہ ہمالہ" کے عنوان سے ایک نظم پڑھی۔ یہ نظم اپنے حریت پسندانہ جذبات اور دلکش انداز بیان کی وجہ سے بیحد پسند کی گئی۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد سر شیخ عبدالقادر نے "مخزن" کے نام سے ایک بلند پایہ ادبی ماہنامہ جاری کیا۔ اس میں یہ نظم شائع ہوئی۔ اور اس کے بعد بھی ان کی بہت سی روح پرور نظمیں "مخزن" میں شائع ہوتی رہیں۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ علامہ مرحوم تعلیم سے فراغت حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گئے تھے۔ اس زمانہ میں انکی طبع رواں زوروں پر تھی۔ اور ان کے وقت کا بیشتر حصہ علمی صحبتوں اور علمی مشاغل میں صرف ہوتا تھا۔

طبیعت کی روانی

علامہ کو شعر گوئی سے فطری مناسبت تھی۔ اور ان کے کلام میں آمد تھی۔ اس زمانہ کے متعلق سر شیخ عبدالقادر فرماتے ہیں:-

شعر کہنے کی طرف جس وقت مائل ہوئے تو غضب کی آمد ہوتی تھی۔ ایک ایک نشست میں بیشمار اشعار ہو جاتے تھے۔ اور ان کے دوست اور بعض طالب علم جو پاس ہوتے۔ پنسل کاغذ لے کر لکھتے جاتے اور وہ اپنی دھن میں کہتے جاتے تھے۔ میں نے اس زمانہ میں انہیں کبھی کاغذ قلم لے کر فکر سخن کرتے نہیں دیکھا۔ موزون الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک چشمہ ابلتا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقت کی عموماً ان پر طاری ہوتی تھی۔

حافظہ

علامہ کا حافظہ بھی بہت اچھا تھا۔ وہ اپنی طویل نظمیں بھی زبانی سنا دیتے تھے۔ یہ خوبی بہت کم شعرا میں پائی جاتی ہے۔ اور آپ کی قوت حافظہ کو دیکھ کر فیضی اور ابوالفضل یاد آ جاتے تھے۔

عام مجالس میں شرکت سے احتراز

جب علامہ کی شہرت نصف النہار پر پہنچ گئی۔ تو ادبی انجمنوں اور دوسری مجالس کی طرف سے انہیں دعوتیں آنی شروع ہو گئیں ہیں۔ لیکن علامہ اپنی عزلت پسندی کی وجہ سے عموماً انکار کر دیتے تھے۔ اور اس کا سبب یہ بھی تھا کہ فرمائش پر شعر لکھنے سے قاصر تھے۔ جب طبیعت شعر کہنے کی طرف مائل ہوتی۔ وہ بیسیوں اشعار کہہ ڈالتے۔ لیکن اگر کوئی ان سے فرمائش کر کے اشعار لکھانا چاہتا۔ تو فی الفور

طبیعت پر انقباضی کیفیت طاری ہوجاتی۔ لیکن انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسوں میں انہوں نے کئی سال تک التزام کے ساتھ نظم پڑھی۔ غالباً اسی انجمن کو یہ فخر حاصل ہوا۔ کہ اس کے جلسوں میں علامہ نے نہائت شوق کے ساتھ نظمیں پڑھیں۔

ترنم

پہلے علامہ اقبال اپنا کلام تحت اللفظ پڑھ کر سناتے تھے۔ لیکن بعد میں بعض احباب کے اصرار پر انہوں نے اپنی نظمیں ترنم کے ساتھ پڑھنی شروع کر دیں۔

چونکہ ان کی آواز بلند اور شیریں تھیں۔ اس لئے جب علامہ ترنم کے ساتھ اپنی نظم سناتے تھے۔ تو سننے والوں پر اور زیادہ اثر ہوتا تھا۔ پہلے ان کے کلام سے زیادہ تر خواص لطف اندوز ہوتے تھے۔ لیکن جب سے انہوں نے ترنم کے ساتھ نظمیں پڑھنی شروع کیں۔ اس وقت سے عوام بھی اس سے لذت اندوز ہونے لگے۔ اور عوام کو بھی ان کے کلام سے خاص دلچسپی پیدا ہوگئی۔

اردو میں فارسی کی چاشنی

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک علامہ کا قیام انگلستان میں رہا۔ اس دور کی جو نظمیں ہیں۔ اور وہ زیادہ تر مغربی مشاہدات و تاثرات کی آئینہ دار ہیں۔ اس کے بعد ان کا رجحان فارسی کی طرف ہوگیا۔ اس کے اسباب علامہ کی فارسی شاعری کے تحت میں بیان کئے جائیں گے۔ اس طرح عرصہ تک انہوں نے اردو میں کم اشعار کہے۔ لیکن اس کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ ان کے اردو اشعار فارسی کی چاشنی سے اور زیادہ پرکیف و سرور انگیز ہوگئے۔ اور وہ رنگ اور زیادہ پختہ ہوگیا۔ جو غالب کے اتباع میں انہون نے اختیار کیا تھا۔ بلکہ اہل ذوق کی رائے ہے۔ کہ ان کا رنگ اپنی دوسری خوبیوں کی وجہ سے غالب سے بھی زیادہ دلکش ہوگیا ہے۔

مقبولیت

علامہ اقبال کے اردو کلام کا پہلا مجموعہ "بانگ درا" کے نام سے ستمبر ۱۹۲۴ء میں شائع ہوا۔ اس میں ۱۹۰۱ء کے بعد کا سارا کلام جمع کر دیا گیا تھا۔ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی۔ کہ اب تک اس کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا ایڈیشن تین ہزار کا تھا۔ دوسرا پانچ ہزار کا۔ اور تیسرا دس ہزار کا۔ چونکہ انگلستان سے واپسی کے بعد علامہ کی توجہ زیادہ تر فارسی شاعری کی طرف ہوگئی تھی۔ اس لئے

وہ اردو اشعار بہت کم کہتے تھے ۔

اردو کے شیدائیوں کو اس کا سخت ملال تھا ۔ انہوں نے علامہ کو بار بار توجہ دلائی ۔ کہ آپ اُردو میں شعر گوئی کا سلسلہ منقطع نہ کریں ۔ کیونکہ عوام آپ کے اردو کلام ہی سے فیضیاب ہو سکتے ہیں ۔ علامہ کو بھی خدمت اردو کا خاص شوق تھا ۔ اور وہ اس ضرورت کو بخوبی محسوس کرتے تھے ۔ چنانچہ ان کا شعر ہے ؎

گیسوئے اردو ابھی منت پذیر شانہ ہے ۔ شمع یہ سودائی دل سوزیٔ پروانہ ہے

لہذا انہوں نے شیدائیان اردو کی اس درخواست کو شرف پذیرائی بخشا ۔ اور اردو کی طرف بھی اپنی توجہ رکھی ۔ بالآخر جنوری ۱۹۳۵ء میں آپ کے اردو کلام کا دوسرا مجموعہ "بال جبریل" کے نام سے شائع ہوا ۔ چونکہ نو سال کے بعد یہ مجموعہ شائع ہوا ۔ اس لئے اس کو بھی بے حد قدر کی گئی ۔ اس کے چند سال بعد ان کے کلام کا تیسرا مجموعہ "ضرب کلیم" کے نام سے شائع ہوا ۔ یہ نہایت شاندار نظموں پر مشتمل ہے ۔ کیونکہ یہ ان کا آخری نقش بدیع ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اقبال کے دونوں سابقہ مجموعہ ہائے کلام پر خاص فوقیت رکھتا ہے ۔

اس مختصر مضمون میں "بانگ درا" "بال جبریل" ۔ اور "ضرب کلیم" پر کوئی مفصل تبصرہ نہیں کیا جا سکتا ۔ لہذا میں صرف ان پر اجمالی تبصرہ کروں گا ۔ جس سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے ۔ کہ علامہ کی اردو شاعری کی خصوصیات کیا ہیں ۔ اگر ان کتابوں پر بالتفصیل تنقید کی جائے تو ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے ۔

ارتقائے افکار

بانگ درا میں نیچرل نظمیں بھی ہیں ۔ مثلاً ۔ چاند ۔ آفتاب ۔ جگنو ۔ کلی ۔ جذباتی و فلسفیانہ بھی ۔

مثلاً عقل و دل - فلسفۂ غم - عشق اور محبت - عشرت مردانہ - پیام عشق - وطن پرستانہ نظمیں بھی۔ مثلاً "ہمالہ" - "ترانہ ہندی" - "نیا شوالہ" فلسفیانہ نظمیں بھی ہیں - مثلاً شمع اور شاعر - رات اور شاعر - اسلامی نظمیں بھی - مثلاً "شکوہ" - "جواب شکوہ" "ایک حاجی مدینہ کے راستہ میں" - "حضور رسالت مآب میں" - "نعرہ اسلام" - "بلال" - "جنگ یرموک کا ایک واقعہ" - بچوں کے لئے بھی چند نظمیں ہیں - مثلاً "ایک مکڑا اور مکھی" - "ایک پہاڑ اور گلہری" - "ایک گائے اور بکری" - "بچے کی دعا" ظریفانہ اشعار بھی ہیں - اور غزلیں بھی ہیں - لیکن روز بروز انکی نظر زیادہ وسیع ہوتی گئی - اور انکو عرفان حق حاصل ہو گیا -

چنانچہ "بال جبریل" میں ان کی شاعری بالکل اسلامی رنگ میں ڈوبی ہوتی ہے - اس میں اسلامی ایمان کی قوت عرفان کی حقیقت - اسلامی فقر قلندری کی شان بیان کی گئی ہے - اور مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ولولہ انگیز درس عمل دیا گیا ہے - اور انہوں نے کونین کے راز ہائے سربستہ نہایت بے تکلفی سے اپنے اشعار میں بیان کر دیئے ہیں -

"ضرب کلیم" میں خودی کا درس دیا گیا ہے - اور مسلمانوں کی پست ذہنیت کو بدلنے کے لئے نہایت حکیمانہ انداز میں مسائل مہمہ پر روشنی ڈالی گئی ہے - نیز ایک حصہ میں عورتوں کے متعلق اپنے زریں خیالات ظاہر کئے ہیں - جو بے حد قابل قدر ہیں - ایک حصہ ادبیات لطیفہ کے لئے وقف ہے - جو بے حد وجد آفرین ہے - اور آخری حصہ میں مشرق و مغرب کی سیاسیات حاضرہ کے متعلق ایسے ایسے نکتے ارشاد فرمائے ہیں - کہ ان کے مطالعہ سے بڑے بڑے علما و فضلا محو حیرت ہو جاتے ہیں -

علامہ کی تعلیم

علامہ کی شاعری کی اہم ترین خصوصیات یہ ہیں - کہ اس میں درس عمل دیا گیا - اور خود شناسی و خودداری عزت نفس کے متعلق اہم حقائق بیان کئے گئے ہیں - اسلامی تعلیمات کی روشنی میں سیاسی مسائل حل کئے گئے ہیں - اور مسلمانوں کو عشق رسول اور عشق حق سے بہرہ ور ہو کر مومن کامل بننے کی تلقین کی گئی ہے - اور یہی وہ چیز ہے جس نے ان کی شاعری کو معراج کمال پر پہنچا دیا ہے - ان کی آواز اتنی وسیع ہے کہ وہ پیچیدہ مسئلہ کو چند لفظوں میں حل کر دیتے ہیں - اور ان کی صفائی باطن - سوز عشق الہی نے انپر کونین کے راز ہائے سربستہ کھول دیئے ہیں - انہوں نے انہیں اسطرح بیان کر دیا ہے - گویا وہ انکے مشاہدات ہیں اور انکے تخیل کی پرواز مکان و لامکان کی قید سے آزاد ہو کر عرش عظیم کی خبر لاتی ہے *

علاّمہ اقبالؒ کے حالاتِ زندگی

از آغا عبدالمجید صاحب عشرت

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر اب انہیں ڈھونڈھ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

قانون قدرت ہے۔ کہ جب کوئی گروہ۔ قبیلہ یا قوم اپنے اصولوں سے سرکشی کر کے اوجِ ثریا سے قعر مذلت میں گرے۔ تو اُس وقت ذات ایزدی اُن میں سے ایک ایسی شخصیت کو معرض وجود میں لاتی ہے۔ جو اُس کو تحت الثریٰ سے ثریا، پستیوں سے بلندیوں اور ظلمت سے نور کی طرف لے جائے۔ اقبال بھی اُن بلند پایہ شخصیتوں میں تھا جس کی حیات پرور فلسفیانہ شاعری نے مُردہ قوم میں زندگی کی ایک لہر دوڑا دی۔ جس کی سوزشِ فکر نے قوم کے سرد خون کو گرمایا۔ اور جس کے رُوح پرور نغموں نے مسلمانوں کو حمیت و خود داری۔ اخوت و مساوات کا وہ بھولا ہوا سبق یاد کرایا۔ جسے مدت ہوئی مسلمان فراموش کر چکے تھے۔ دنیائے اسلام کی وہ عظیم المرتبت شخصیت اور ہندوستان کا وہ بطلِ جلیل صرف شاعر ہی نہ تھا۔ بلکہ بہت بڑا فلاسفر اور سیاست دان مشرق و مغرب کا مفکر و مدبر عمیق النظر عالمِ دین اور ملتِ اسلامیہ کی اجتماعیت کا متمنی تھا۔

یہ فخرِ ایشیا اور علم و ادب کا درخشندہ ستارہ ۱۸۷۳ء کو آسمان سیالکوٹ پر جلوہ آرا ہوا۔ ابتداء میں آپ نے سیالکوٹ سکاٹ مشن سکول میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد کچھ دیر آپ مولانا میر حسن کی خدمت میں زانوئے ادب طے کر کے اُن کے فیض سے مستفید ہوئے اور مولانا کو اقبال جیسے شاگرد پر بجا طور پر ناز و افتخار تھا۔ ۱۸۹۷ء میں پنجاب یونیورسٹی سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۹۹ء میں ایم۔ اے پاس کیا۔ اور انہی ایام میں پروفیسر آرنلڈ سے فلسفہ میں درس لینے کا موقع ملا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج میں پروفیسری کے فرائض سر انجام دیئے اسی سال آپ نے اپنی مشہور نظم "نالۂ یتیم" "انجمن حمایت اسلام" کے سالانہ اجلاس میں پڑھی۔ اور سامعین سے خراجِ تحسین و آفرین حاصل کیا۔ اور آپ کی شاعری کے چرچے ادبی محفلوں میں ہونے لگے۔ پھر آپ انگلستان چلے گئے۔ اور ۱۹۰۸ء میں تمام ڈگریاں حاصل کر کے واپس ہندوستان آئے۔ آپ پہلے پہل نظریہ وطنیت کی طرف مائل تھے۔ لیکن بہت جلد آپ کی حکیمانہ نگاہ نے اسے محسوس کر لیا۔ اور آپ نے اپنی تمام تر توجہ ملت اسلامیہ کی اساس کو استوار کرنے میں مبذول فرمائی۔ انہوں نے ہمیشہ اس امر پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ کہ

مسلمانانِ ہند اگر آج بھی اپنے ترک کردہ اصول پر کاربند ہو جائیں۔ اُن کی قوت ایمانی مستحکم ہو جائے۔ اخوت کے ایک نظام میں منسلک ہو جائیں۔ تو ہماری بگڑی ہوئی تقدیریں سنور سکتی ہیں۔ ہماری مشکلوں کا حل ہو سکتا ہے۔ اور ہماری مصیبتیں دُور ہو سکتی ہیں۔ انہی ارشادات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے
تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی ہے

ان کے اُردو مطبوعہ کلام میں خصوصاً "بالِ جبریل" اور ضربِ کلیم کے ہر لفظ، اور ہر لفظ کے شوشے شوشے سے حمیت و خودداری کے چشمے اُبل رہے ہیں۔ اور یہی خصوصیت سلفِ صالحین کا امتیازی نشان تھی۔ عزیزی جاوید کے ایک خط کے جواب میں لکھتے ہیں۔ ؎

اُٹھا نہ شیشہ گرانِ فرنگ کے احساں سفالِ ہند سے مینا و جام پیدا کر
مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

اس میں کوئی کلام نہیں۔ کہ علامہ ممدوح کی زندگی درویشانہ تھی۔ وہ خوددار بھی تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مغربی تہذیب کے شدید ترین دشمن تھے۔ اُنہوں نے مسلمانوں کو فقیری تعلیم کے سنہری اصولوں پر گامزن ہونے کی تلقین کی۔ حضورِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت آپ کی رگ رگ میں سرایت کر چکی تھی۔ جب کبھی تاجدارِ مدینہ کا ذکرِ مبارک آجاتا۔ تو آپ اشکبار ہو جایا کرتے تھے۔ اور وہ آنسو جن میں محبت و خلوص کا انتہائی جذبہ کارفرما تھا۔ بیش بہا موتیوں سے زیادہ قیمتی تھے۔ کافی عرصہ آپ نے ممالکِ یورپ کی سیاحت کی لیکن مغربی تہذیب کی رنگین محفلیں آپ پر اثرانداز نہ ہو سکیں۔ خاکِ یثرب کی غلامی پہ افتخار و ناز کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ ؎

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

علامہ موصوف قوم کے مصلحِ اعظم تھے۔ انہوں نے نوجوانوں کی ذہنیتوں کو بدلا۔ اور انہیں اس بات کا احساس کرایا۔ کہ وہ اُس قوم کے فرزند ہیں۔ جس سے قیصر و کسریٰ کی طاقتیں لرز جاتی تھیں۔ زلفِ سیاہ کی درازیوں۔ آہو صفت اور بارہ ریز آنکھوں پر خامہ فرسائی کرنے والوں۔ اور سرور و نشاط کی مسرت آگیں محفلوں میں محو ہو جانے والے نوجوانوں کو ارشاد ہوتا ہے۔ ؎

تیری دعا ہے کہ ہو آرزو میری پوری میری دعا ہے تیری آرزو بدل جائے

پھر انہیں فکر و تدبّر کی دعوت دیتے ہوئے فرماتے ہیں :-

کبھی اے نوجواں مسلم تدبّر بھی کیا تو نے — وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں — کُچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاج سر دارا

نوجوانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ اقبال کے اس مقدم پیغام کو عملی جامہ پہنائیں۔ یہی اقبال کی آرزوؤں کی تکمیل اور اس کی روح کے لئے حقیقی تسکین ہوگی۔

علامہ ممدوح نے ہمیشہ قوم کے مفاد کو ترجیح دی۔ گذشتہ دنوں طول وعرض ہند میں یوم اقبال بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منایا گیا۔ اس مبارک تقریب پر صدر اعظم پنجاب سر سکندر حیات خان کی تجویز تھی۔ کہ اقبال کو بطور عطیہ روپوں کی تھیلیاں پیش کی جائیں۔ لیکن اس صاحب نظر مردِ خدا نے اس پیشکش کو قبول نہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ کہ میری دلی خواہش ہے۔ کہ ایک اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ قائم کر دی جائے۔ جس میں مسلم نوجوانوں کی دینی تعلیم کے درس و تدریس کا انتظام ہو سکے۔ قابلِ صد ادب و احترام تھا۔ اُن کا یہ مقدس جذبہ تھا جس میں ملّت کی فلاح و بہبود کے راز مضمر تھے۔ انہوں نے ہمیشہ ملّت کو صحیح رائے دی۔ اور اس فرض کی انجام دہی میں کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی مرعوب نہ ہوئے۔ وہ ایک سچے مسلمان تھے۔ وہ اکثر کہا کرتے تھے۔ کہ اسلام ہی ایک وسیع اور عالمگیر مذہب ہے جس میں تمام دکھوں کا علاج اور تمام مشکلات کا حل ہے۔ وہ پہلے مسلمان تھے۔ اور بعد میں ہندوستانی۔ پچھلے دنوں آپ نے مولانا حسین احمد مدنی کے بیان پر "کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں" محققانہ اور عالمانہ تبصرہ کر کے مسلمانان عالم اور خصوصاً مسلمانان ہند کو گمراہی سے بچالیا۔ اس محسنِ کبیر کی عہد حاضر میں اشد ضرورت تھی۔ لیکن ہندوستان کے ۹ کروڑ حرماں نصیب مسلمان منشائے فطرت سے بے خبر تھے۔ اقبال کے اُٹھ جانے سے علمی ادبی سیاسی و وطنی مجلسیں ایک طویل مدّت تک اس دلخراش صدمۂ عظیم کو محسوس کرتی رہیں گی۔ وہ آفتاب جہاں تاب ۲۱ اپریل کو آفتاب فلک کے طلوع سے قبل جاوید منزل پر اپنی الوداعی شعاعیں ڈالتا ہوا غروب ہو گیا۔

آہ! کتنے دل ہیں۔ جو اس روح فرسا واقعہ کو دل کی عمیق ترین گہرائیوں میں محسوس کر رہے ہیں کتنی آنکھیں ہیں۔ جو اس سانحہ دل خراش پر اشک ریز ہیں۔ کتنے سینے ہیں جو داغ دار ہیں۔ میں ذرا سے ٹھیس سے ٹوٹ جانے والے نازک دل میں ایک نہ مٹنے والی خلش محسوس کر رہا ہوں۔ اور میرے بسمل جذبات، جگر دوز آہیں بن کر روح کو چیرتے ہوئے اس وقت تک اندرونِ قلب سے نکلتے رہیں گے جب تک کہ میری زندگی کا آخری سانس ہے۔ اقبال [illegible] خدا اُس کے مقدس مزار پر اپنی نورانی رحمتوں کی بارش

علامہ اقبال

(از مولانا عبدالمجید ۔ سالک ۔ مدیر انقلاب)

سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ اقبال کے متعلق کیا لکھوں ۔ صدمہ اس قدر سخت اور اس قدر تازہ ہے ۔ کہ طبیعت کسی موضوع پر جمتی نہیں ۔ جب حضرت علامہ کے متعلق کچھ لکھنے کا خیال آتا ہے ۔ تو گزشتہ پچیس چھبیس سال کے بے شمار واقعات نظروں کے سامنے آجاتے ہیں ۔ ان کی بے انتہا محبوب شخصیت ۔ اپنے نیازمندوں پر اُن کی شفقت ، ان کا فلسفہ ، ان کا شعر اور پھر ان بنیادی عنوانوں کی بے شمار شاخیں طبیعت متحیر ہو کر رہ جاتی ہے ۔ کہ کس چیز کو انتخاب کرے ۔ اور کس کو چھوڑ دے ۔ میرا خیال ہے کہ موجودہ پریشانی حواس میں کسی مستقل عنوان پر لکھنا ناممکن ہے ۔

ایسی صورت میں اس کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا ۔ کہ قلم لے کر بیٹھ جاؤں ۔ اور کسی نظم اور ترتیب کے بغیر جو کچھ ذہن میں فوری طور پر گزرے اسے قلمبند کر دوں ۔ چنانچہ ذیل کی چند سطور اسی پریشان خیالی کا مرقع ہیں خواجہ تاش احباب ان کو ۔ تو عفو و درگزر سے کام لیں ۔

حضرت علامہ کے ساتھ مجھے بدو شعور ہی سے انتہائی عقیدت تھی ۔ ۱۹۰۸ء کا ذکر ہے ۔ جب میری عمر چودہ سال کے قریب تھی ۔ اسی زمانے میں مجھے شعر گوئی کا شوق پیدا ہوا ۔ اور میں نے حضرت کی خدمت میں تلمذ کے لئے عریضہ لکھا ۔ اس کے جواب میں آپ نے لکھا ۔ کہ

ہر شخص کو طبیعت آسمان سے ملتی ہے ۔ اور زبان زمین سے ۔ اگر آپ کی طبیعت شعر گوئی کے لئے موزوں ہے ۔ تو آپ خود بخود اس پر مجبور ہوں گے ۔ رہا زبان کا مسئلہ تو میں اس کے لئے موزوں نہیں ہو سکتا ۔ مثل مشہور ہے ۔ کہ شاعری ایک بے پیرا فن ہے ۔ لوگ اس مثل کو شاعری کی تحقیر کے لئے استعمال کیا کرتے ہیں ۔ لیکن میرے نزدیک یہ حقیقت ہے ۔ کہ شاعری میں کسی پیر یا استاد کی ضرورت نہیں ۔ آپ کے کلام سے ہونہاری ٹپکتی ہے ۔ اگر آپ کا یہ شوق قائم رہا تو آپ کسی دن بہت اچھے شاعر ہوں گے ۔

اس عبارت کے نیچے ایک نوٹ لکھا ۔ کہ آپ شاگردی پر مصر ہی ہوں ۔ تو داغ صاحب کے شاگرد ہوں

میں سے دو کے نام لکھتا ہوں ۔ ان سے رجوع کیجئے ۔سید محمد احسن مارہروی (مارہرہ ۔ضلع ایٹہ) اور منشی حیات بخش رسا مصاحب دربار رام پور۔

خط کے آخری صفحہ پر مجھے مشورہ دے رکھا تھا ۔ کہ مفید الشعرا ۔ رسالہ تذکیر و تانیث (جلال لکھنوی) اور تحفۃ العروض ضرور دیکھ لیجئے

مَیں نے حضرت کے مشورے کے مطابق یہ کتابیں بھی دیکھیں اور منشی حیات بخش صاحب رسا مرحوم کو چند غزلیں بھی دکھائیں ۔جنہوں نے اصلاح اشعار میں کامل مہارت اور پوری شفقت کا ثبوت دیا ۔

۱۹۱۲ء میں مَیں لاہور آگیا ۔ اس وقت میری عمر اٹھارہ انیس سال کی تھی ۔ایک دن بے حد تامل و توقف کے بعد جرأت کر کے حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ۔ اگرچہ میری طفلانہ باتوں سے اور وقت بے وقت حاضر ہو کر باعث تصدیع بننے سے حضرت کو ضرور کوفت ہوتی ہوگی ۔لیکن کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی اس کوفت کا احساس نہیں ہونے دیا ۔ اور ادبی مسائل میں ہمیشہ نہایت مشفقانہ رہنمائی فرماتے رہے ۔

۱۹۱۳ء میں مجھے لاہور چھوڑنا پڑا ۔ مَیں نے پٹھان کوٹ جاکر رسالہ "فانوس خیال" جاری کیا ۔ اور سال ڈیڑھ سال صحافت کی خاک چھاننے کے بعد پندرہ کے اواخر میں پھر لاہور آگیا ۔ اور پھر حضرت علامہ کے قدموں میں بیٹھنے کی جو سعادت حاصل ہوئی ۔ اس کا سلسلہ حضرت کے وصال تک جاری رہا ۔ اگرچہ حضرت کی طبیعت مشاعروں سے نفور تھی لیکن "بزم اردو" کے مشاعروں میں چونکہ ان کے تمام معزز احباب شریک ہوتے تھے ۔ اس لئے مجبوراً آپ بھی تشریف لے آتے تھے ۔ ۱۹۱۷ء کا ذکر ہے ۔ "بریڈ لا ہال" بزم اردو کا مشاعرہ تھا ۔ میاں شاہ دین ہمایوں مرحوم صدر تھے ۔حضرت علامہ بھی تشریف رکھتے تھے ۔ مَیں اس وقت تک لاہور کی پبلک سے روشناس نہ ہوا تھا ۔بعض احباب نے میاں صاحب مرحوم تک میرا نام بھی پہنچا دیا ۔ میں نے مصرع طرح پر ایک غزل پڑھی جس کا مطلع تھا ۔

وہ ہے حیرت فزائے چشم معنی سب نظاروں میں — تڑپ بجلی میں اس کی اضطراب اس کا ستاروں میں

دو شعروں پر مجھے داد کی توقع زیادہ تھی ، اور میں شعر پڑھ کر بار بار حضرت علامہ کی طرف دیکھتا تھا ۔

مددا اے اضطراب شوق تو جان تمنا ہے — نکل اے صبر تیرا کام کیا ہے بے قرار دل میں

یہ کس کا نام لے کر جان دی بیمار الفت نے — یہ کس ظالم کا چرچا رہ گیا تیمار داروں میں

لیکن اس کے بعد جب میں نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔ تو حضرت علامہ کو بھی حرکت ہوئی اور آپ نے بیحد حوصلہ افزائی فرمائی۔ ؎

ذرا سی چھیڑ بھی کافی ہے مضراب محبت کی ۔۔۔ کہ نغمے مضطرب ہیں بربطِ ہستی کے تاروں میں
کہاں کا شغل مَے اب دَور ہے خونابۂ غم کا ۔۔۔ وہی قسمت میں تھی پی چکے اگلی بہاروں میں
میسراب مجھی کو آبلہ پائی نہیں ورنہ ۔۔۔ خلش اب تک وہی ہے دامنِ صحرا کے خاروں میں

انہی دنوں رائے بہادر پنڈت شو نرائن شمیم انجہانی نے مس ایلا وہیلر ولکاکس کی ایک انگریزی نظم ترجمہ کے لئے بھیجی۔ مَیں نے اس کا منظوم ترجمہ کر کے بے انتہا جرأت سے کام لیا۔ کہ وہ ترجمہ حضرت علامہ کی خدمت میں بغرض اصلاح پیش کر دیا۔ حضرت نے دو تین جگہ اصلاح فرما دی۔ اس کا ایک بند یہ ہے۔ ؎

ہنسوں تو اہلِ عالم سب شریک خندہ ہوتے ہیں ۔۔۔ جو رؤوں تو کوئی ہمدم نہیں جز رنجِ تنہائی
خوشی سے حصہ لینے کے لئے تیار ہے دنیا ۔۔۔ مگر کوئی نہیں سرمایۂ غم کا تمنائی

اصلاح کے بعد مَیں نے گذارش کی۔ کہ ۱۹۰۸ء میں آپ ہی کے مشورے سے مطابق مَیں نے کتابیں بھی پڑھیں اور رسا صاحب سے اصلاح بھی لی۔ اور آج براہ راست بھی ایک نظم آپ سے درست کرالی۔ کیا مَیں اب بھی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ مَیں آپ سے شرفِ تلمذ رکھتا ہوں۔ اس پر بہت ہنسے اور فرمانے لگے:۔ "آپ کا جس طرح بھی جی چاہے سمجھ لیجئے۔ لیکن مَیں تو سرے سے شعر میں استادی شاگردی کے انسٹی ٹیوشن ہی کا قائل نہیں یوں جو کچھ مجھے آتا ہے کسی دوست کو بتانے میں مجھے کوئی تامل بھی نہیں ہے۔"

۱۹۱۸ء ہی کا ذکر ہے۔ حضرت علامہ نے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ اجلاس میں تین چار چھوٹی چھوٹی نظمیں پڑھیں۔ اور مَیں نے حسب عادت اسی وقت نقل کر لیں۔ سید امتیاز علی تاج کا رسالہ "کہکشاں" اس زمانہ میں جاری تھا۔ حکومت کے تشدد کی وجہ سے روزانہ اخبار کوئی بھی موجود نہ تھا۔ مَیں نے ان میں سے ایک نظم کہکشاں میں درج کر دی۔ اور لکھ دیا کہ ہم آیندہ بھی حضرت کا کلام درج کرتے رہیں گے۔ کہکشاں کا وہ پرچہ شائع ہوا ہی تھا۔ کہ دوسرے دن تاج صاحب کے نام حضرت علامہ کی طرف سے ایک نوٹس پہنچ گیا۔ جس

میں لکھا تھا۔ کہ میں نے آپ کو اپنا کوئی کلام شائع کرنے کے لئے نہیں دیا۔ پھر آپ کس بنا پر اپنے ناظرین سے میرا کلام شائع کرنے کا وعدہ کر رہے ہیں۔ آپ جلد سے جلد اس خلاف قانون حرکت کی تلافی کریں۔ ورنہ میں مجبوراً چارہ جوئی کروں گا

تاج صاحب نے وہ نوٹس مجھے دکھایا۔ میں شام کو سیدھا حضرت علامہ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے مجھ سے کسی قسم کے تکدر کا اظہار نہیں کیا۔ آخر میں نے خود ہی ذکر چھیڑا۔ تو آپ نے شکایت کی۔ کہ کہکشاں نے بلا اجازت میرا کلام شائع کیا ہے۔ میں نے گزارش کی۔ کہ اگر آج کوئی روزانہ اخبار لاہور میں ہوتا۔ اور وہ انجمن کے اجلاس کی روداد شائع کرتا۔ تو یہ نظمیں لازماً اس روداد میں شائع ہو جاتیں۔ کیونکہ ہزارہا آدمی کے مجمع میں سنائی جا چکی تھی۔ اور "رپوٹروں" کو ترتیب روداد سے کوئی روک نہیں سکتا۔ آپ غالباً اس روزنہ اخبار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرتے۔ تو پھر اس غریب ماہنامے کے خلاف عتاب کی کیا وجہ؟ اور اگر آپ اجازت پر مصر ہوں۔ تو میں نہایت ادب سے عرض کرتا ہوں۔ کہ میرے پاس آپ کی تین غیر مطبوعہ نظمیں اور موجود ہیں۔ اور میں انہیں کہکشاں میں درج کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر تکدر کا بادل یکدم چھٹ گیا۔ اور آپ نے خوشی سے اجازت دے دی۔

۱۹۲۰ء میں میں "زمیندار" کا ایڈیٹر مقرر ہوا۔ کبھی کبھی مولانا ظفر علی کے ساتھ۔ اور کبھی تنہا اکثر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا۔ ۱۹۲۱ء میں سال بھر کے لئے قید ہو گیا۔ رہا ہو کر آیا۔ تو آپ انارکلی والی بیٹھک چھوڑ کر میکلوڈ روڈ والی کوٹھی میں منتقل ہو چکے تھے۔ حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بڑھ کر بغلگیر ہوئے۔ آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ کہئے جیل میں کوئی خاص تکلیف تو نہیں ہوئی۔ میں نے جیل کے حالات۔ اس کی زندگی کے ضبط و نظام۔ اس کی محنت اور روکھی سوکھی روٹی کا ذکر کیا۔ تو فرمانے لگے۔ کہ

کا فلسفہ تو آپ کی سمجھ میں اچھی طرح آگیا ہوگا۔ میں نے عرض کی ارشاد فرمائیے۔ کہنے لگے۔ دنیا میں مومن کو چاہئے کہ پوری پابندی اور ضبط و نظام کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ ایک لمحہ کے لئے دین و آئین کے دائرے سے باہر قدم نہ رکھے۔ مشقت دن رات کرے۔ روکھا سوکھا کھائے۔ اور موٹا جھوٹا پہنے۔ تعیش مومن کا کام نہیں۔ یہ کافروں کا شیوہ ہے۔ کہ دنیا کو جنت سمجھتے ہیں۔ کیونکہ جنت میں نہ کوئی پابندی ہوگی۔ نہ محنت نہ مشقت۔ اعلیٰ درجہ کی خوراک و پوشاک ملے گی۔ اگر آپ سال بھر کی اسیری سے اس نکتہ کو سمجھ گئے ہیں۔ تو اس قید کو نعمت الٰہی سمجھئے۔

اس واقعہ سے چند روز بعد میں شام کے وقت حسبِ معمول حاضرِ خدمت تھا۔ کہ ایک بزرگ فقیر حضرت کے پاس آئے۔ باتیں شروع ہوئیں حضرت نے فرمایا۔ سائیں جی میرے لئے دعا کیجئے۔ وہ کہنے لگے۔ کیا آپ کو دولت مطلوب ہے۔ فرمانے لگے نہیں۔ مجھے دولت کی پرواہ نہیں۔ درویش آدمی ہوں۔ اور اللہ مجھے ضرورت کے مطابق عطا کر دیتا ہے۔ پھر فقیر نے پوچھا۔ کیا دنیا میں عزت وجاہ کے طلب گار ہو۔ حضرت نے فرمایا نہیں۔ وہ بھی اللہ کے فضل سے حاصل ہے۔ میں کسی اونچے رتبہ کا طالب نہیں ہوں۔ سائیں جی نے پوچھا۔ تو پھر کیا خدا سے ملنا چاہتے ہو۔

اس پر حضرت کی آنکھوں میں ایک خاص چمک پیدا ہوئی۔ فرمانے لگے۔ خدا سے ملنا۔ سائیں جی خدا خدا کرو۔ مَیں اس سے کیونکر مل سکتا ہوں۔ مَیں بندہ وہ خدا۔ میرا اس کا واسطہ صرف بندگی کا ہے۔ ملنا کیا معنی۔ اگر مجھے معلوم ہو جائے۔ کہ خدا مجھ سے ملنے آ رہا ہے۔ تو مَیں بیس کوس بھاگ جاؤں۔ اس لئے کہ دریا قطرے سے ملے گا۔ تو قطرہ غائب ہو جائے گا۔ مَیں قطرہ کی حیثیت سے قائم رہنا چاہتا ہوں۔ اور اپنے آپ کو مٹانا نہیں چاہتا۔ بلکہ قطرہ رہ کر اپنے آپ میں دریا کے خواص پیدا کرنا چاہتا ہوں۔

اس پر سائیں جی بے خود ہو کر جھومنے لگے۔ واہ اقبال بابا۔ جیسا سنتے تھے۔ ویسا ہی پایا۔ تو خود آگاہ مشرب ہے۔ تجھے کسی فقیر کی کیا ضرورت۔

جیل سے واپس آنے کے بعد بھائی تہر کی رفاقت حاصل ہوئی جو میری زندگی کا عزیز ترین سرمایہ ہے۔ ہم دونوں حضرت علامہ کے عاشق۔ وہ مجھ سے زیادہ اور مَیں ان سے زیادہ۔ اب ہم دونوں اکٹھے حضرت کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ "انقلاب" ۱۹۲۷ء کے اپریل میں جاری ہوا۔ اور حضرت علامہ نے اس کی طرف اپنی شفیقانہ توجہات ہر حال میں مبذول رکھیں۔ ہم دونوں نے حضرت کی صحبت میں جو کچھ حاصل کیا۔ اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔ شعر و ادب تاریخ و فلسفہ اور مذہب کے جو غوامض و اسرار حل ہوئے۔ مختلف مسائل ملکی کے متعلق جو مکالات ہمارے درمیان ہوئے۔ مجلسی و دوستانہ تعلقات کی منزلیں طے ہوئیں۔ ان کے متعلق صدہا واقعات ہیں جو تشنۂ بیان ہیں۔ اور انشاء اللہ کسی موقعہ پر ضرور بیان کئے جائیں گے۔ اس "فوری" مضمون میں فی الحقیقت کسی چیز کے بیان کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ یہ محض امتثالِ امر ہے۔ مضمون نگاری نہیں ہے۔

دنیا کا یہ عظیم الشان انسان جب اپنے معمول سے بستر پر تکیہ لگا کر بیٹھتا اور حقے کی رفاقت سے فلسفہ و شعر کی

بلندیوں پہ پرواز کرتا۔ تو دنیا بھر کے اہل علم اس کی رفعت تخیل کے سامنے پانی بھرتے نظر آتے۔ اس کا غریب خانہ دنیا کے بڑے بڑے ذی اقتدار اور ذی علم اشخاص کا مرجع تھا۔ لیکن اُس نے کبھی دنیاوی ساز وسامان کے ٹھاٹھ کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اکثر ایک بنیان اور تہمد باندھے ہوئے اس نے سفرائے یورپ اور علمائے مغرب سے ملاقات کی ہے۔ عمر بھر سادہ کھانا کھایا۔ سیدھا سادہ کپڑا پہنا۔ معمولی مکانوں میں رہا۔ اس کے علم وتخیل کی دولت بے پایاں کے سامنے ان سامانوں کی کوئی حقیقت نہ تھی۔ وہ اپنے وقت کا شہنشاہ علم تھا۔ اور ساری دنیا اس کے علم کے ٹھاٹھ سے مرعوب تھی۔ پھر اسے ظاہری شان وشوکت کی کیا ضرورت تھی۔ اس نے انسان کامل کے نظریہ کی طرف دنیا کو توجہ دلا کر سارے عالم انسانیت میں ذوق یقیں پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور فطرت کے مقابلے میں انسان کی اہمیت کو فلک الافلاک تک بلند کر دیا۔ مسلمانوں کو ان کے ماضی کی یاد دلائی حال کی مایوسیوں میں تسلی دی۔ اور نہایت شاندار مستقبل کا نقشہ دکھایا۔ ہر مسلمان کے قلب میں امید کی آگ بھڑکا دی۔ اور بھٹکی ہوئی اُمت کو پھر اس کے آقا ومولا کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ اور بتا دیا۔ کہ انہی قدموں کے طفیل سے مسلمان کو شوکت رفتہ حاصل ہو سکتی ہے۔ ان سے الگ ہو کر نہیں۔ ؎

بمصطفٰے برساں خویش راکہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

علامہ کی طبیعت بظاہر مجموعہ اضداد نظر آتی تھی۔ لیکن یہی جمع اضداد اُن کی انسانیت کا کمال تھا۔ وہ علم وفضل کے پیکر اور متانت وسنجیدگی کے مجسمے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ظرافت اس قدر لطیف تھی۔ کہ منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ اور ان کی محفل انتہائی سنجیدہ مباحث کے باوجود اکثر قہقہہ زار بن جاتی تھی۔ وہ فلسفہ کے صحرائے بے آب وگیاہ کے نہایت صابر وسخت کوش مسافر تھے۔ مشرق ومغرب کے علوم معقول پر حاوی تھے۔ یورپ میں فلسفہ کے متعلق کوئی قابل ذکر تصنیف شائع ہوتی۔ تو اُن کی خدمت میں فی الفور پہنچ جاتی۔ مذہب، تاریخ عمرانیات کا کوئی مسئلہ ایسا نہ تھا جس پر اُنہوں نے انتہائی وقت نظر نہیں کی۔ لیکن اس کے باوجود ان کے گداز قلب اور رقت احساس کا یہ عالم تھا۔ کہ جہاں ذرا حضور سرور کون ومکان صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت ورحمت یا حضور کی سرداری کائنات کا ذکر آتا۔ حضرت علامہ کی آنکھیں بے اختیار اشکبار ہو جائیں۔ اور دیر تک طبیعت نہ سنبھلتی۔ وہ حضور کی ذات والا کو ساری کائنات سے افضل مانتے تھے۔ اور ہر مسلمان مانتا ہی ہے۔ لیکن عام مسلمانوں کے ماننے اور ان کے ماننے میں فرق یہ تھا۔ کہ مسلمان اعتقاداً کہتے ہیں۔ کہ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

لیکن حضرت علامہ تحقیقاً اس عقیدے کو تسلیم کرتے تھے۔ اور جب اس پر گفتگو فرماتے۔ تو القاء الہام۔ مقامِ نبوّت۔ انسانیت کاملہ توازن جذبہ و ادراک اور حریت انسان کے مسائل پر نفسیات جدید کے رُو سے ایسی سیر حاصل بحث فرماتے کہ کسی مخالف کو بھی حضور کے انسان کامل ہونے میں شبہ کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

حقیقت یہ ہے کہ عقلیت اور جذبہ کا پہلو بہ پہلو ہونا ہی انسانیت کا کمال ہے۔ منطقیوں اور فلسفیوں میں عقل و دلیل جذبہ پر غالب ہوتی ہے۔ اور شعرا و ادبا میں جذبہ عقل پر غالب ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ حضرت علامہ فلسفی بھی تھے اور شاعر بھی۔ اس لئے یہ دونوں چیزیں ان میں پہلو بہ پہلو موجود تھے۔ اسلام دل و دماغ کی اسی ہم آہنگی کو چاہتا ہے۔ تاکہ تعقل و تصوف ایک دوسرے کی حدود میں مداخلت نہ کر سکیں۔

یہ نکتہ اس لئے بیان کیا گیا ہے۔ کہ احباب حضرت علامہ کے انداز فکر کو کماحقہٗ سمجھ سکیں۔ اور ان کی تعلیمات اور ان کے کلام پر غور کرتے وقت اس نکتے کو پیش نظر رکھیں۔

چغتائی کے افسانے

یہ کتاب ملک کے مشہور مزاحیہ نگار مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی بی اے ایل ایل بی کا ادبی شاہکار ہے۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں افسانے اور دوسرے میں نکاہات و مزاحیات، مزاحیہ ڈرامے، طنزیات اور ادبیات مندرج ہیں۔ کتاب ظرافت کی جان اور لطافت کی کان ہے۔ ارباب علم اور صاحب ذوق مدت سے تقاضا کر رہے تھے کہ مرزا صاحب کے تمام مضامین جلد سے جلد کتابی صورت میں شائع ہونے چاہئیں۔ چنانچہ تاج کمپنی لمیٹڈ نے بعض دلدادگان ادب و اہل بینش کے پیہم اصرار اور مسلسل تقاضوں کی بنا پر گراں بہا مضمون کے اس مجموعے کو زیور طبع سے آراستہ کر کے شائع کر دیا ہے۔

چغتائی صاحب کے اسلوب نگارش کی رنگینی، دلچسپی، کیف آفرینی، انبساط، فروزی، اثر انگیزی، تبسم آمیزی، اور قہقہہ خیزی ایک حقیقت ثابتہ کی طرح ہر سلیم المذاق شخص کے نزدیک مسلم ہے۔ قاری کو مطالعہ کے دوران میں ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ اس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ اور وہ خود افسانے کے کرداروں میں سے ایک کردار کی حیثیت اختیار کئے ہوئے ہے۔ یہ انداز تحریر کا بہت اونچا درجہ ہے۔ جو کم ادیبوں کے حصہ میں آیا ہے۔ اور چغتائی صاحب واقعی اس رتبۂ بلند پر فائز ہونے کے مستحق مبارکباد ہیں۔

پہلا حصہ ضخامت ۵۰۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ آنے - دوسرا حصہ ضخامت ۵۸۰ صفحات۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

حکیم احمد شجاع الایوبی انصاری کی بائیس برس کی محنت وکاوش اور تدبّر فی القرآن کا پہلا ثمر۔ یعنے

افصح البیان فی مطالب القرآن

کا پہلا حصہ جو قرآن مجید کے پارہ داوّل کے ترجے۔ تشریح۔ اور اس کے متعلقہ معارف وحقائق کی مکمل تشریح پر مشتمل ہے۔ تمام خداپرستوں کو جو اللہ کو کسی نہ کسی نام سے پکارتے ہیں۔ جو نبیوں اور اللہ کی کتابوں کے فیضان سے اس کائنات کے پروردگار کو پہچان چکے ہیں۔ بالعموم اور قرآن مجید اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے اللہ پر ایمان لے آنے والے مسلمانوں کو بالخصوص مبارک ہو کہ اللہ کے تمام سچے نبیوں اور سچی کتابوں کی تعلیم کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے والا کلام الٰہی یعنی قرآن مجید جو تمام دنیا کی ہدایت کے لئے اللہ کے آخری نبی سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ جو سب خداپرست اقوام کی پشت پناہ ہے اور جو آج بھی تمام خداپرستوں کو ایک وسیع رشتۂ اخوت میں منسلک کر کے دنیا کو فتنہ وفساد وبغض وعناد کفر وطغیان فسق وفجور۔ ذلت و عذاب سے بچا سکتا ہے۔ آج ایک ایسے ترجمے اور تشریح کے ساتھ زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے۔ جو اُسکی صحیح تعلیم اور اسلام کی حقیقی روح کے مطابق ہے۔ اور جس کو پڑھ کر ہر شخص قرآن کا پیرو اور اسلام کا مبلغ ہو جائے گا۔ افصح البیان فی مطالب القرآن کو پڑھ کر ہر شخص اس بات پر ایمان لے آنے پر مجبور ہو جائیگا۔ کہ قرآن مجید تمام کتب سماوی کے سلسلے کی آخری کڑی ہے۔ اور پیغمبر اسلام صلعم اللہ کے تمام نبیوں کے سلسلے کے آخری نبی ہیں جنکی ذات اور جن کے مذہب پر اللہ کی وہ تمام نعمتیں جن کا نزول آدم علیہ السلام کے وقت سے شروع ہوا درجہ کمال کو پہنچ گئیں قرآن مجید ہی آج دنیا کے جذبۂ ایمان وعمل کی رہنمائی کرنے کا اہل ہے۔ اور قرآن مجید میں

کوئی ایسی بات نہیں جس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش ہو
کوئی ایسا حصہ نہیں جو بے ربط یا غیر ضروری ہو۔
کوئی ایسا بیان نہیں جو عقل انسانی اور قوانین فطرت کی حدود سے باہر ہو
کوئی ایسا واقعہ نہیں جو خلاف تجربہ انسانی یا نامواقف نفسیات ہو

کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو اللہ کے سچے مذاہب کی صحیح تعلیم کے خلاف ہو
کوئی ایسا قانون نہیں جو عدالت کے معیار کمال کے منافی ہو
کوئی ایسا آئین نہیں جو تہذیب وتمدن کے اعلیٰ ترین اصول کے متضاد ہو
غرض جس میں کوئی ایسا سبق نہیں جسکی بنی نوع انسان کو آج ضرورت نہ ہو

یہ ترجمہ قرآن مجید کے حقیقی مقاصد کو مدنظر رکھ کر اور الفاظ قرآن کے قرآنی معانی کو تلاش کر کے نہایت سلیس اور بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ مؤلف کی عمر بھر کی محنت اور اسلام اور پیغمبر اسلام صلعم کی سچی محبت کم ازکم اس بات کی مستحق ہے کہ آپ افصح البیان فی القرآن کے پہلے حصّے کو پڑھیں۔ اور انصاف اور حق پرستی کو مدنظر رکھ کر فیصلہ کریں۔ کہ اس کتاب کی آج دنیا کو اشد ضرورت ہے یا نہیں۔ افصح البیان فی مطالب القرآن تین حصوں میں شائع ہوگا۔ ہر حصہ میں کلام اللہ کے دس پاروں کا ترجمہ اور مطالب ہونگے جس کا ہدیہ صرف پانچ روپے ہوگا۔ پہلا پارہ نمونہ کے طور پر تیار ہے اسکا ہدیہ صرف ایک روپیہ ہے۔ اس کو پڑھ کر کتاب کی عظمت اور ضرورت کا اندازہ خود ہی کر لیجئے

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ۔ لاہور

تعزیتی نظمیں

اقبال کا مزار

از جناب مرتضیٰ احمد خان صاحب چیف ایڈیٹر روزنامہ احسان

جانب شرق جو ہے مسجد شاہی کا منار — ایک شب مَیں نے سُنی اس پہ مؤذن کی پکار
غلغلہ کلمۂ توحید کا ہوتا تھا بلند — ساتھ ہی نعرۂ تکبیر کی بھی تھی تکرار
وہ یہ کہتا تھا کہ "آرام سے بہتر ہے نماز" — وہ صدا دیتا تھا "اے نیند کے ماتو ہُشیار"
اُس کی آواز میں اک سوز کی دنیا تھی نہاں — لرزہ انگیز تھی اس مردِ خدا کی للکار
اس کی لَے سے تھی مرے قلب کی دنیا محرم — اس کی آواز سے تھی میری سماعت حظ دار
اس کی آواز رہِ گوش سے دل میں اتری — کر گئی روح کے خوابیدہ قوٰے کو بیدار
جا کے دیکھا تو ملی حضرت اقبالؒ کی رُوح — جس کے پاؤں میں مری جان ہو سو بار نثار
مجھ کو دیکھا تو کہا صرفِ تحیر کیوں ہے" — اپنے مرنے کا مجھے بھی ہے مکمل اقرار
لیکن اس حال میں بھی مرا وظیفہ ہے وہی" — ہو گیا جس سے مرا جامۂ ہستی صد تار"
زندگی میں جرسِ قافلہ کہتے تھے مجھے" — اب مؤذن ہوں مَیں در حلقۂ بزمِ ابرار

ماذنہ[1] "مسجدِ شاہی کا ہے جو کاخ بلند
دیکھو اس کاخ کے سائے میں بنا میرا مزار

[1] اذان دینے کا مینار جو التزاماً مسجد کے جنوب مشرقی کونہ میں بنایا جاتا ہے۔ اقبال کا مزار بھی جنوب مشرقی پارک میں بنایا گیا ہے

آہ! اقبال

از خامہ حضرت مولانا ظفر علی خاں قبلہ

گھر گھر ہوں چرچے ہیں کہ اقبال کا مرنا — اسلام کے سر پر ہے قیامت کا گزرنا
کلکتہ و کابل میں بھی ہے صفِ ماتم — اس غم میں سیہ پوش ہیں بغداد و سمرنا
تھا اس کے تخیل کا فسوں جس نے سکھایا — سو سال کے سوئے ہوئے جذبوں کو ابھرنا
ہر روز دیا اس نے مسلماں کو یہی درس — ہرگز نہ کسی سے بجز اللہ کے ڈرنا

ملت کو نئی زندگی اقبال نے بخشی
ممکن نہیں اس بات کا اقرار نہ کرنا

رباعیات

از جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم۔ اے پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور

شاہنشہ اقلیم معانی اقبال — دانائے رموزِ آسمانی اقبال
احباب کو مرثیہ پہ اصرار ہے کیوں — رکھتا ہے حیات جاودانی اقبال

پیغام پہ پیغام چلے آتے ہیں — انعام پہ انعام چلے آتے ہیں
بے تار کا سلسلہ تھا جبریل کے ساتھ — الہام پہ الہام چلے آتے ہیں

اقبال آشفتہ گیسوئے حجاز — اقبال شہید تیغ ابروئے حجاز
مرقد میں بھی انتظار باقی ہے اسے — ہونٹوں پہ تبسم اور منہ سوئے حجاز

گفتار کلیم ہے کلام اقبال — پیغام حکیم ہے پیام اقبال
سرمایہ جوش زندگانی ہے یہی — گر دل میں ہو سوز ناتمام اقبال

اقبال

(از خان اصغر حسین خاں نظیر لودھیانوی مقیم فیروز پور چھاؤنی)

اکبر جادو نوا ہے دیر سے خلد آشیاں
ہو چکی خاموش مدت سے گرامی کی زباں

سو رہا ہے جوہر یکتاک ارض پاک میں
حشر محو خواب ہے ہندوستاں کی خاک میں

آج رخصت ہو گیا اس بزم سے اقبال بھی
بن گئی تاریخ ماضی داستان حال بھی

آں حکیم ایشیا آں ترجمان دین حق
آں کلیم عصر نو آں شارح آئین حق

آں نوا پرداز آں دانائے اسرار و رموز
آں ملک پرواز آں بینائے اسرار و رموز

آں کہ راز زندگی بر دیدۂ انساں کشاد
ملت ما را پیام زندگی تازہ داد

از نوایش روح من در جسم من بیدار شد
از جمالش دیدۂ من محرم اسرار شد

معنی حرف حیات و موت فہمیدم ازو
ہر چہ دیدم در سرائے آب و گل دیدم ازو

آتش عشق نبی افروخت در پہلوئے من
شد چراغ محفل عرفاں ضیائے روئے من

ملت ما را ز زنجیر اجل آزاد کرد
رفت از ما و کنار موت را آباد کرد

اب حیات و موت کے اسرار بتلائے گا کون
عظمت اسلام کی تاریخ دوہرائے گا کون

کون دوہرائے گا اب افسانۂ طور و کلیم
کون بتلائے گا اب اسرار قرآن حکیم

کون اب دیگا ہمیں پیغام فاروقؓ و علیؓ
تو ہے فردوس بریں میں محو دیدار نبیؐ

کس سے اب جاکر سنیں ترک و عرب کی داستاں
کون دکھلائے ہمیں شان حجازی کے نشاں

کون دیگا اب خبر غرناطہ و بغداد کی
اپنی دنیا تو نے گردوں سے پرے آباد کی

تیرے ماتم میں بسر کر دیں گے ماہ و سال ہم
روئیں گے صبح قیامت تک تجھے اقبال ہم

آہ! اقبالؒ

(خان بہادر نواب احمد یار خاں صاحب دولتانہ)

اس کی رحلت ایک قومی حادثے سے کم نہیں — کیوں نہ ہو ماتم کناں ہر خاص و عام اقبال کا
مانتے ہیں ہندو و مسلم اسے خضرِ طریق — تھا دلوں میں سب کے یکساں احترام اقبال کا
شرق سے تا غرب اس کی شاعری کی دھوم تھی — کون ہے جس کو نہیں معلوم نام اقبال کا
بن گیا افسردہ دل اقوام عالم کے لئے — اک حیات تازہ کا حامل پیام اقبال کا
کر دیئے فاش اس نے اسرارِ نہانِ زندگی — سر دھنیں گے لوگ پڑھ پڑھ کر کلام اقبال کا
اس کی رفعت تک نہیں ہوتا تخیل کا گزر — کیا کہوں ہے کس قدر عالی مقام اقبال کا

کلک قدرت کا نوشتہ مٹ نہیں سکتا کبھی
ثبت ہے تاریخ ہستی پر دوام اقبال کا

علّامہ اقبالؒ

از شیخ عبداللطیف صاحب تپش پروفیسر گورنمنٹ کالج ملتان

سر اقبال آہ! بچھڑے کارواں سے — فریب ہوش تھی بانگِ درا آج
ہوئے آسودۂ شہر خموشاں — نشانِ منزل، ہستی ملا آج
ترانے جس کے تھے لبریز "شکوہ" — رہا وہ ساز ہو کر بے صدا آج
قفس سے آشیاں تک ہے اندھیرا — ہوا موقوف بجلی کوندنا آج

تپش! تاریخ کیسی؟ واقعہ ہے
چراغ بزم مشرق بجھ گیا آج
۱۹۳۸ء

مقام اقبال

(از سید اظہر حسن زاہدی بی۔ اے)

وفاتِ حضرت اقبال وہ مصیبت ہے
کہ سوزِ غم سے نہیں آج کوئی بیگانہ

مجھے یہ خوف ہے شق ہو نہ جائے سینۂ دہر
سنانے کو تو سنا دوں میں اس کا افسانہ

نہیں وہ بلبل شوریدہ آج نغمہ فروز
ریاض شعر و نظر بن گئے ہیں ویرانہ

بچھڑ تا نہ وہ کیونکر لاالٰہی حکمت
"خدا نے اس کو عطا کی نظر حکیمانہ"

تڑپ اٹھے سبھی مُلّا و صوفی و مجذوب
سنا گیا وہ غضب کی حدیث رندانہ

بتا دیئے ہیں اسرار دو جہاں اس نے
"کہ تھا وہ محرم رازِ درونِ میخانہ"

نہ پوچھ زاہدیؔ خستہ پایۂ اقبال
"مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ"

ماتم اقبال

از جناب رضا علی صاحب وحشتؔ

یہ نہ کہ اک شاعر ہندوستاں جاتا رہا
پیشوائے نکتہ سنجانِ جہاں جاتا رہا

باعثِ ماتم زمانے کو ہے موت اقبال کی
کارواں رویا کہ میرِ کارواں جاتا رہا

اب کہاں سے لائیگا کوئی حقیقت میں نظر
آہ اسرار خودی کا راز داں جاتا رہا

آشنا بانگِ درا سے ہوگا اب کیا گوشِ قوم
مجلسِ اسلامیاں کا نوحہ خواں جاتا رہا

قصۂ ماضی میں تحریک عمل باقی نہیں
اب نہیں کیا ہم کہ لطفِ داستاں جاتا رہا

نالۂ غم میں وہ کیفیت نہ پائی جائیگی
آج ذوقِ شیوۂ آہ و فغاں جاتا رہا

اب زبانِ خامہ پر چھا گئی مہرِ سکوت
وحشتؔ رنگیں بیاں کا قدرداں جاتا رہا

آہ علامہ اقبال!

مسٹر عبداللہ انور بیگ ایم اے ایل ایل بی وکیل لاہور

(۱)

اے آہ خورشید زماں زیر افق شد ناگہاں
چشم و چراغ آسماں ماہ منیر ہندیاں
یعنی کہ سر اقبال ما پنہاں شد از چشم جہاں

(۲)

اقطاع بحر و بر غمیں شد دیدہ عالم نمیں
اے آہ آں دُرِّ ثمیں گم کردہ ایم اندر زمیں
جلوہ فروزِ شہرِ ما آں شمعِ حق رُوحِ امیں

(۳)

لاہور و دہلی در فغاں نالاں ہرات و اصفہاں
پاریس و لندن نیم جاں غمہائے برلن بیکراں
اے آہ مرگِ شاعرے از جور گردوں الاماں

(۴)

برہم شد آں بزم چمن ویرانہ ہر دشت و دمن
دلگیر کشمیر و دکن حیراں بخارا و ختن
آدرخ کہ سر اقبال شد افسانۂ عہدِ کہن

(۵)

باشیو نش ہم خانہ ام بیچارہ و دیوانہ ام
از ہوش خود بیگانہ ام بے شیشہ و پیمانہ ام
تنگ آمدم از زیستن دور از در میخانہ ام

اقبال!

(پروفیسر سید محمد عطاء الرحمٰن ایم اے گورنمنٹ کالج مظفرپور)

پس از من شعرِ من خوانند و دریابند و می گویند
جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگا ہے
(اقبال)

موت پر اقبال کی سارا جہاں ماتم میں ہے
ذرہ ذرہ از زمیں تا آسماں ماتم میں ہے

کون اب سمجھائے گا مسلم کو اسرارِ حیات
آشکارا کون اب کھولے گا رازِ کائنات

کون آدابِ جنونِ عشق اب بتلائے گا
کون اب اُلجھی ہوئی زُلفِ ادب سُلجھائے گا

خون کے آنسو سے ہوگا کس کا دامن لالہ زار
جب نظر آئے گا "تہذیبِ حجازی کا مزار"

آہ! وہ پیمانہ بردارِ خمستانِ خودی
جس نے دوڑایا رگِ مسلم میں خونِ زندگی

بے خودی کے حلق پر وہ ایک خنجر بے نیام
شاعرانہ رنگ میں پیغمبرانہ ہے کلام

فلسفہ اس کا سراپا دعوتِ سعی و عمل
اس کی ہر تعلیم مستحکم ارادے سب اٹل

اس نے بتلایا کہ دنیا میں ہمیں کرنا ہے کیا؟
اُس نے سمجھایا ہمیں جینا ہے کیا مرنا ہے کیا؟

"برتر از اندیشۂ سُود و زیاں ہے زندگی
ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیمِ جاں ہے زندگی"

اُس نے سمجھایا کہ مسلم کا وطن کیا چیز ہے
اس نے سمجھایا کہ ربطِ جان و تن کیا چیز ہے؟

اس نے سمجھایا اخوت کیا ہے اور الفت ہے کیا؟
"ربط و ضبطِ ملتِ بیضا" ہے کیا ملت ہے کیا؟

مسلمِ خفتہ کو اس کی نظم ہے بانگِ درا
پُشتِ غفلت کے لئے ہے تازیانہ بر ملا

جذبۂ پرواز کو ہر شعر "بالِ جبریل"
جذبۂ رفتار کو ہر شعر ہے بانگِ رحیل"

اژدہائے کفر کو ہر شعر ہے "ضربِ کلیم"
وہ حقیقت اس کی سمجھے جس کا ہو قلبِ سلیم

مسلموں کو شعر اس کا "نغمۂ داؤد" ہے
شکلِ حرماں دُور ہے بیم و رجا نابود ہے

اس نے کی اسلام کی شمشیرِ براں بے نیام
اہلِ مغرب کو سنایا اس نے مشرق کا پیام

خرمنِ عقل و خرد کو برق ہے اس کا کلام
صفحۂ گیتی پہ اس کا نقش ہے نقشِ دوام

موت سے اقبال کی خود زندگی شرمندہ ہے
آپ وہ زندہ ہے اور پیغام اس کا زندہ ہے

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
وہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

کس قدر صادق ہے اس کا شعر اپنی شان میں
گونجتی ہے یہ صدائے غیب ہندوستان میں

روح کو بیدار کرتا ہے پیام اقبال کا
زندہ ہے اقبال زندہ ہے کلام اقبال کا

آہ! اقبال

(از بیگم رضیہ زاہدی۔ نکہت)

اس کے مر جانے پہ دُگنی ہوئی اس کی عزت
صبحِ اقبال سے بھی بڑھ کے ہے شامِ اقبال

علم و حکمت کے جہانوں میں ہے اقبال کی دُھوم
شرق اور غرب میں مشہور ہے نامِ اقبال

اس کے ہر شعر میں حکمت کے ہزاروں موتی
روح کو تازگی دیتا ہے کلامِ اقبال

چاہتا جو ہے کہ حاصل ہو صفائے باطن
وہ پیئے میکدۂ علم میں جامِ اقبال

عشقِ محبوبِ خدا کا ہے یہ فیض اے نکہت
ثبت ہے صفحۂ عالم پہ دوامِ اقبال

علامہ اقبالؒ آہ

(از عبدالرزاق سعید بن عمر - بمبئی)

آج بے رونق ہوئی ہے بزمِ شعر و فلسفہ
اُٹھ گیا استادِ فن یکتائے عصر اے ہمنشیں

اک زمانے کے ادب کو کر گیا بیکس یتیم
آسماں را حق بود گر خوں ببارد بر زمیں

مر گیا نغماتِ ہندی کا مصنّف مر گیا
ہو گیا قومی مبلغ راہیِ خُلدِ بریں

کارواں کو جس نے بخشی نعمت "بانگِ درا"
اہلِ ہمت کو دیا ہے "بالِ جبریل" امیں

بے تکلف جو سنا دیتا تھا "مشرق کا پیام"
بے دھڑک ٹکوں سے کرتا تھا جہاں کو آتشیں

تلخیٔ آلامِ دنیا تلخیٔ دَورِ حیات
جس کے اسرارِ خودی سے بنگئی ہے رنگیں

عصرِ حاضر پر لگائی جس نے وہ "ضربِ کلیم"
ہیں مناتِ و لاتِ دوراں سرنگوں اندوگیں

زندۂ جاوید کا "جاوید نامہ" دیکھنا
ہے گلستانِ تخیل میں جو فرحت آفریں

"پس چہ باید کرد اے اقوامِ شرق" اس نے کہا
اس مسافر سے رہا لرزاں دلِ مستشرقیں

مر گیا وہ نکتہ دانِ شرع، اُمّت کا حکیم
مر گیا ہیہات رومی کا مریدِ جانشیں

مثنویٔ روم ہو گی مرثیہ اقبال کا
چشمِ نم سے آج اگر میں نے اسے دیکھا کہیں

مر گیا وہ ترجمانِ فطرتِ انسانیت
جس کی ساری زندگی تھی ایک نظمِ دلنشیں

اُٹھ گیا اس بزم سے وہ خیر اندیشِ جہاں
خاتمِ مہر و وفا کا تھا جو تابندہ نگیں

فضلِ حق سے مار دارِ حکمتِ یورپ بنا
حیلۂ افرنگ پر اس کو ملی فتحِ مبیں

آہ وہ حاصل تدبر تھا جسے قرآن میں
تھا جو شیدائے حدیثِ صدرِ بزمِ مرسلیں

مردِ میداں صرف وہ شعر و سخن ہی کا نہ تھا
تھا وہ دنیائے سیاست کا بھی ماہر بالیقیں

تھا وہ اک مردِ مجاہد عالمِ اسلام کا
گلشنِ مشرق میں پھیلی اس سے بوئے عنبریں

مر گئے علامہ اقبال آہ یہ کیا کہہ دیا
کام زندہ جس کے ہوں وہ مر بھی سکتا ہے کہیں

ہو گیا ہے ثبت مُہرِ عشق و الفت سے سعید
لوحِ عالم سے کبھی اقبال مٹ سکتا نہیں

عکسی ہفت رنگ - دیدہ زیب - مطلا - صحیح ترین ،

حمائل شریف

مترجم

مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

اس کی زیارت سے اسلامی آنکھوں میں نور اور دلوں میں سرور پیدا ہو رہا ہے - صحیح ترین، قابل دید حمائل معنوی محاسن او صوری محامد کی حامل جس کی نظیر سالہا صدیوں میں چشم فلک نے نہیں دیکھی - فقط ہمارے ہاں سے مل سکتی ہے -

تصدیق صحت متن - میں نے تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور کی خواہش پر اس قرآن مجید کا متن حرفاً حرفاً پورے غور و امعان سے پڑھا - اور جہاں تک انسانی سعی کا تعلق ہے پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں - کہ اس مصحف مقدس کے متن میں کوئی غلطی نہیں رہی

دستخط محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ العلماء ہند - دہلی

اردو ترجمہ کے متعلق دو زریں رائیں ،

(۱) خاکسار نے تاج کمپنی لاہور کی خواہش پر مولانا شیخ محمد خاں جالندھری مرحوم کے ترجمۃ القرآن کو جو فتح الحمید کے نام سے معروف ہے مطالعہ کیا - تمام قرآن کا ترجمہ تو میں نہ دیکھ سکا - مگر چند مقامات کو بغور دیکھنے کے بعد میں یہ کہہ سکتا ہوں - کہ یہ ترجمہ بھروسے اور اعتماد کے قابل ہے - قابل مترجم طاب ثراہ نے قرآن مجید کا مفہوم ادا کرنے میں سلف صالحین رحمہم اللہ کے مسلک کا اتباع کیا ہے - اور ترجمہ کو بامحاورہ اور مطلب خیز اور عام فہم بنانے کے باوجود الفاظ قرآنیہ کی پوری رعایت رکھی ہے - اور توضیحات تفسیریہ کی غرض سے بین القوسین عبارتیں بڑھانے سے حتی الامکان اجتناب کیا گیا ہے - الغرض یہ ترجمہ اپنے محاسن کے لحاظ سے ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے -

خاکسار محمد کفایت اللہ صدر جمعیۃ العلماء ہند - دہلی -

(۲) ترجمہ فتح الحمید میں نے مقامات عدیدہ سے دیکھا - جس سلیس اور عام فہم زبان میں ممدوح نے ترجمہ کیا ہے - ان کی محنت اور عرق ریزی کی بے ساختہ داد دیتا ہوں - ترجمہ بامحاورہ حشو و زوائد سے بری ہے - کوئی بات اس میں ایسی نظر نہیں آئی - جو سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت یا قرون اولیٰ کے خلاف ہو -

العبد احقر الانام احمد علی عفی عنہ ناظم انجمن خدام الدین لاہور

قسم اول ہدیہ پندرہ روپے قسم دوم ہدیہ دس روپے - (نوٹ) یہ حمائل شریف نہایت آسان قسطوں بھی مل سکتی ہے شرائط دریافت کیجئے

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور

قطعات تاریخ وفات علامہ اقبال مرحوم

(جناب حفیظ ہوشیار پوری - ایم - اے)

بزیر سایۂ دیوارِ مسجد　　نہاں آں واقفِ اسرار گشتہ
سروشے نعرہ برزد از فلک ہائے　　"نشید سایۂ دیوار گشتہ"

۱۳۵۷ھ

(۲)

درجہاں فاش گفتہ رازِ خودی　　رُخ نہادہ چو سُوے باغِ ارم
قدسیاں ز آسماں ہمی گفتند　　"ترجمانِ حقیقت آدم"

۱۳۵۷ھ

تخیل کی رفعت سے جس نے بنائی　　زمیں شعر کی آسمانِ حقیقت
ہماری نگاہوں سے رُوپوش ہے وہ　　"گیا آج چھپ ترجمانِ حقیقت"

۱۳۵۷ھ

(از عزیزی انصاری بی - اے)

ہے جس کے لئے عالم اسلام سیہ پوش　　ہر شعر تھا اس شاعر مشرق کا ضیا پاش
وہ صاحب ایمان و صفا قول ہے جس کا　　مشرق میں ابھی تک ہے وہی کاسہ وہی آش
"کم یا الگ عدد ہوں تو نکل آتی ہے تاریخ　　اک مرد قلندر نے کیا رازِ خودی فاش"

۱۹۳۸ = ۱۱ - ۱۹۴۹ء

(از ابو العلا چشتی)

مرگ اقبال صدمہ ایست بزرگ　　ناوک رنج و غم دلِ ما سفت
فکر کردم جو بہر تاریخش　　ہاتف از غیب یغفر اللہ گفت

(از مولانا غلام دستگیر نامی لاہور)

آہ آں اقبال با اقبال ما   آنکہ ما را داد درس آبرو
رفت خنداں و مرا گریاں گزاشت   ساختیم از آب اشک خود وضو
شد نماز او ادا در بیت حق   منتشر گردید پر رونق ازو
ہر مصلی کو سوئے سجاد رود   اول آنجا می شود اقبال جو
فاتحہ خواند بروح آنکہ بود   صاحب صدق و صفا و نیکخو
آنکہ زو رازِ خودی دریافتم   بے خودی ما عیاں شد کو بکو
حاصل دل گشت ازو سوز و گداز   شورشے انگیختیم از ہاؤ ہو
قلب او گنجینۂ اخلاص بود   زاں کسے بودش نہ در عالم عدو
رحمت حق بر مزار او نثار   رافتِ احمد انیس حال او
جلوہ فرما ہست اقبال عزیز   در خیال و در دل و در گفتگو

نامیا گو سال فوتش با ادب
گشت بے اقبال دہر از مرگ او
١٣٥٧ھ

(از منظور حسن ایم۔اے گوجرانوالہ)

(۱)

نازش ہند شیخ سر اقبال   جن کا کل تک تھا گلفشاں خامہ
اپنی رحلت سے کر گئے خاموش   آج شعر و سخن کا ہنگامہ
ان کی برجستہ یہ ہوئی تاریخ   "شاعر مشرق" اور علامہ
۱۲۱۱ + ۱۴۶

(۲)

مل گئی اقبال کو تازہ حیات   جمعہ کی آئی لحد میں اس کو رات
حق نے کی منظور اس کی مغفرت   "عفو تقصیرات" ہے سال وفات

(از مولوی غلام مصطفٰے بی۔اے۔ایل۔ایل۔بی مزنگ)

سوئے جنت ڈاکٹر اقبال رفت   در جوارِ رحمتِ متعال رفت
رفت از ما شاعرِ معجز بیاں   نازشِ اسلامیاں الحال رفت
سوز و ساز زندگی آموختہ   قوم را و خود باستعجال رفت
ماند رنج و غم بعالم حسرتا!   بلبلِ ملت از خزاں پامال رفت

گفت ہاتف بہر تاریخ وصال
صاحب آفاق سر اقبال رفت
۱۳۵۷ھ

از جہاں علامہ سر اقبال رفت   آفتاب علم و حکمت در نہفت
قوم را رمز حیات آموختہ   صد ہزاراں درِ معنی ہا بہ سُفت
آں ادیب و فلسفی و شاعرے   اے دریغا در لحد خاموش خفت

از برائے سال ترحیلش خرد
ارتحال شاعرِ علامہ۔ گفت
۱۳۵۷ھ

از جناب خواجہ دل محمد صاحب ایم۔اے

کون لائے گا اب پیامِ سروش   اے دل اقبال ہو گیا خاموش
شمع خاموش سال ہجری ہے   عیسوی شمع شاعری خاموش
۱۳۵۷ھ   ۱۹۳۸ء

(از مولوی سید مسعود علی صاحب چشتی)

چو علامہ سر شیخ اقبال رفت   ز دنیائے دوں بہر عقبیٰ بہ بست

خرد گفت سالش بہ مسعود چشت
شہِ شاعراں سُوئے جنّت برفت
۱۹۳۸ء

(از جناب سید عنایت علی آغاز - برہانپوری)

بست رخت سفر بہ بست صفر — ترجمانِ مناظرِ مشرق
گفت آغاز بہر مہر کمال — بود اقبال شاعر مشرق

۱۳۵۷ھ

برفت جانبِ حق از جہانِ خجِ اسرا — بلند منزلت اقبال ہمرکابِ عروج
فلک مقام بزیر زمیں گشت. آغاز — نہاں شد از نگہِ صبح آفتابِ عروج

۱۳ ۵۷ھ

از غلام محمد بسمل سورتی

آہ علامہ ڈاکٹر اقبال — فلسفہ دان و ماہرِ مشرق
از پئے رحلتش بگو بسمل — بود اقبال شاعر مشرق

۱۳۵۷ھ

خبرِ موت شاعرِ عالی — سُن کے بسمل ہوا ہے دل کو ملال
سالِ ہجری باآہ تم لکھ دو — موتِ علامہ ڈاکٹر اقبال

۱۳۵۷ھ

از حفیظ ہوشیارپوری

آنکہ بگفتا در "بال جبریل" — اقبال از تقدیرِ الٰہی
من ہم بگفتم با چشم گریاں — ہر شئے مسافر ہر چیز راہی

گ = ۲۰ — ۱۳۳۷ + ۲۰ = ۱۳۵۷ھ

قادیانی مذہب

مصنفہ الیاس برنی

پانچواں اڈیشن — قیمت تین روپے

اقبالؒ کے مزار پر

اثرِ خامۂ جناب بزمی انصاری بی۔اے

حاضر ہوا میں شاعرِ مشرق کی لحد پر — "وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار"
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ گنجِ معانی — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ مہرِ ضیا بار
اک ولولۂ تازہ دیا جس نے دلوں کو — غرناطہ و بیروت سے تا مشہد و قندھار
وہ صاحبِ اسرار کہ نغمات سے جس کے — حل ہو گئے صد عقدۂ پیچیدہ و دشوار

ناگاہ ندا غیب سے کانوں میں یہ آئی — خوں کس لئے روتا ہے ترا دیدۂ خوں بار
تو کس کی جدائی میں ہے آشفتہ و غمگیں — بے سوز ہے کیوں آج تری آہ شرر بار
یوں عرض کیا میں نے کہ اے تاجورِ شرق — ویران ہوا فلسفہ و شعر کا دربار
رونق تھی تری ذات سے مسلم کے جہاں کی — تیرے نفسِ گرم سے تھی گرمیٔ احرار
اس دور میں زندہ کیا اسلام کو تو نے — مردانِ گراں خواب کئے خواب سے بیدار
کی تازہ نئی روح جوانوں کے دلوں میں — ایمان کی دولت سے بھرا کاسۂ نادار
اب کس سے بیاں شکوۂ ابنائے وطن ہو — اب تو ہی بتا کون ہے ملت کا نگہدار

کہنے لگا وہ صاحبِ اسرار و معانی — اس راز سے واقف ہے ترا قلبِ خبردار
خالی کبھی مومن سے یہ عالم نہیں ہوتا — اور مومنِ دیں دار ہے اللہ کی تلوار
مومن کا نشاں یہ ہے کہ ہر حال میں اُسکی — ہوتی ہے خودی مثلِ مہ و مہر نمودار
واقف ہو اگر لذتِ بیداریٔ شب سے — اونچی ہے ثریا سے بھی یہ خاکِ پُراسرار
آغوش میں اس کی وہ تجلی ہے کہ جس میں — کھو جائیں گے افلاک کے سب ثابت و سیار
میں تجھ میں نہاں ایک جہاں دیکھ رہا ہوں — ہر شاعرِ بیدار ہے خود صاحبِ اسرار

خلوت کدۂ روح سے پیغام عمل دے — اللہ کرے تجھ کو عطا فقر کی تلوار

اس دور میں مشکل ہوا مومن کا گزرنا — یہ دور ہے الحاد کی لعنت میں گرفتار
بیکاری و افلاس ہیں اس دور کا تحفہ — اس دور میں ارزاں ہے نگوں ساری افکار
اس دور میں یہ ابلۂ مسجد یہ برہمن — وہ جاہل تسبیح ہے وہ جاہل زنار
حوروں کو یہی غم ہے کہ اس دور کا مومن — فردوس کا کرتا ہے عجب رنگ سے انکار
ممکن نہیں اس دور میں پیرانِ حرم پر — روشن ہوں دل احمدِ مختار کے اسرار

طاری ہوئی کیفیتِ وجدان سی مجھ پر — پڑھنے لگا میں حضرتِ مرحوم کے اشعار
مدت ہوئی کہ سلسلۂ فقر ہوا بند — ہیں اہلِ نظر کشورِ پنجاب سے بے زار
عارف کا ٹھکانا نہیں وہ خطہ کہ جس میں — پیدا کلہ فقر سے ہو طرۂ دستار
پیدا کلہ فقر سے تھا ولولۂ حق — طروں سے چڑھا نشۂ خدمت سرکار

سیاہ کار اور دوسرے افسانے

مصنفہ ملک محمد باقر تسنیم رضوانی ایم۔ اے

ملاحظہ فرمائیے۔ ان افسانوں کے فاضل مصنف نے نفسیاتی نقطۂ نظر سے پہلی مرتبہ ہندوستانی معاشرت کو بے نقاب کیا ہے۔ اور ہندوستانی ذہنیت کی تحلیل کی ہے۔ ہر ایک افسانہ آپ کے ارد گرد بسنے والے انسانوں کی زندگی کا صحیح مرقع ہے۔ افسانوں کی فضا خالص ہندوستانی ہے۔ اور ان کی کردار آپ کے شناسا ہیں۔ جن کے قلب کی گہرائیوں تک مصنف آپ کو پہنچا دے گا۔ ادب اردو میں یہ تصنیف نادر اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا آپ کی لائبریری اس سے خالی نہ رہنی چاہئے۔ قیمت فی جلد مجلد عہ

تاج کمپنی لمیٹڈ ریلوے روڈ لاہور

اقبال رح

ازظفر علی گوندل بی۔ اے

اقبال شاعر مشرق تھا۔ وہ شاعر اسلام تھا۔ وہ اسلام کے نئے شاندار مستقبل کا نقیب تھا۔ بلکہ آپ اپنے کلام سے مسلمانوں کی نئی پود کو متاثر کر کے اس شاندار مستقبل کو قریب تر لانے کا موجب تھا۔ اس کی شاعری نے مغربی اقوام سے بھی مشرق کی دماغی قوت اور ذہنی علو کا لوہا منوا لیا۔ مشرقی شاعری میں ایک بالکل نئے طرز کلام کا موجد تھا۔ وہ اُردو شاعری جو صرف گل و بلبل کے عشق اور شوقِ قسمت کے شکوے بیان کرنے تک ہی محدود تھی۔ اب اس میں فلسفیانہ خیالات، حب وطن کے جذبات اور بلند مراتب کے حصول کی پرجوش جدوجہد کی طرف دعوت دینے کے بیانات پائے جاتے ہیں۔ اس کم مایہ زبان کو اس قابل بنانے میں یقیناً علامہ اقبال مرحوم کا حصہ باقی تمام شاعروں سے بڑھ کر تھا۔

وہ فارسی زبان جس میں "سوز و سازِ رومی اور پیچ و تاب رازی" کے بیانات اب عہد گذشتہ کی یادگار ہو چکے تھے۔ اس میں فلسفیانہ اور صوفیانہ شاعری کے اعلیٰ ترین اصولوں کو دوبارہ اگر زندہ کیا تو اقبال نے اگر جرمن شاعر گوئٹے کی مشہور انام کتاب کا جواب مشرق کی طرف سے دیا تو علامہ اقبال مرحوم نے۔

آہ جو پرسوں خود زندہ موجود تھا۔ اور تمام دنیا کو درس حیات دے رہا تھا۔ آج اسے ہم کس بے تکلفی سے مرحوم کہہ رہے ہیں۔ دنیا کا یہی دستور ہے۔ لیکن وہ مردہ نہیں۔ اس کے کلام میں روح عمل موجود ہے اور تاقیامت موجود رہے گی۔ اس نے خدا کے محبوب کے لائے ہوئے مذہب اسلام میں حیات تازہ پھونکنے کی کوشش کی اور انہی دماغی کاوشوں اور جذباتی پیچ و تاب میں اس نے اپنی زندگی گذار دی۔ بارہا تو قبل ان تموتو کا مزہ چکھا۔ اس لئے غالباً اسے شہدا کے ساتھ جگہ دی جائے گی۔

اسے مردہ مت سمجھو۔ جس کا کلام ہزارہا مردہ دلوں میں روح زندگی دوڑا دیتا ہے۔ جس کی اپنی زندگی صحیح معنوں میں زندگی تھی۔ جس کا دل کیفیتوں کی رستخیز تھا۔ وہ کیا کیفیتیں تھیں؟ عشق رسول، عشق اسلام، جوش عمل، شوق دعا۔

جس نے اپنی زندگی خدمت اسلام کے لئے وقف کر دی تھی۔ وہ شکوہ اپنے خدا سے کرتا تھا۔ تو اسلام

کے تنزل پر۔وہ دُعا مانگتا تھا۔ تو اسلام کے "شاہین بچوں" کے لئے "بال و پر" حاصل کرنے کی۔ اپنی نواؤں میں تلخی اختیار کرتا تھا۔ تو مسلمانوں میں "ذوق نغمہ" زیادہ کرنے کے لئے۔ وہ فلسفیانہ نکات کو اپنے اشعار میں بیان کرتا تھا تو مسلمانوں کے سامنے ایک زندگی بخش فلسفۂ عمل پیش کرنے کے لئے۔ غرض اس کی زندگی سراپا عمل تھی۔ سراپا سوز تھی۔ شمع کی مانند خود گھلتا رہا۔ لیکن اُن آنکھوں کے لئے جو اندھیرے میں بے کار ہو رہی تھیں۔ اجالا کر گیا۔

اس کے لئے کروڑوں مسلمانوں نے دعائے مغفرت کی ہوگی۔ لاکھوں غیر مسلمانوں نے تحسین و آفرین کے پھول اس کے روح کی نذر کئے ہوں گے۔ رہتی دنیا تک اس کی قبر ہر سچے انسان اور ہر شاعر کے لئے زیارت گاہ رہے گی۔ اگرچہ اس کی اصلی یادگار اس کا غیر فانی کلام اور پیغام عمل ہے۔

ہمیں اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنے کی کیا حاجت ہے۔ اس کی پاک روح کو ہماری مدح و ستائش کی کیا پروا ہو سکتی ہے۔ عالم بالا میں اس کا استقبال جس شان و شوکت سے ہوا ہوگا۔ اس کا تصور بھی مشکل ہے۔ سرور کائنات نے اپنے دامن مبارک کے سائے میں جاتے ہی لے لیا ہوگا۔ کہ اقبال آ۔ میری امت کو خواب غفلت سے جگانے والے۔ تعلیم خودی دے کر خدا تک پہنچنے کا رستہ بتانے والے۔ میری امت کے غم میں راتوں کو جاگنے والے۔ وقتِ سحر مسلمانوں کے تنزل اور انحطاط پر آنسو بہانے والے آ اور میری رحمت کی آغوش میں اپنی پچھلی بیقراریوں کا صلہ پالے۔

اللہ جل شانہٗ کی رحمتوں کی ہر طرف سے اس پر بارش ہو رہی ہوگی۔ جس طرح اس کے جنازے پر اللہ کے بندے پھولوں کی بارش کر رہے ہوں گے۔ اسی طرح اس کی روح پر رحمت خداوندی کے پھول ہر طرف سے فرشتے برسا رہے ہوں گے۔ یہاں اس کے الوداعی جلوس کے ساتھ لاکھوں انسان ہیں۔ وہاں اس کے استقبال کے لئے کروڑوں نیک ارواح موجود ہوں گے۔ یہاں ایک جنازہ نظر آتا ہے۔ لیکن یقیناً ایک شاہانہ جنازہ ہے۔ وہاں ایک جلوس طرب ہوگا اور یقیناً شاہانہ جلوس ہوگا۔ کیونکہ جو انسان اپنے فرائض دنیا میں پوری طرح ادا کر جائے۔ وہ یقیناً عالم بالا میں نہایت درجہ عزت کا مستحق شمار ہوتا ہوگا۔ اس شاعر نے۔ اس فلاسفر نے۔ اس مسلمان نے اپنے فرائض موجود احسن سرانجام دیئے۔ اس لئے وہ یہاں بھی اور وہاں بھی عزت و حرمت کا مستحق ہے۔ اور عادل اور رحیم و رحمٰن اللہ اُسے تمام نیکیوں کا بدلہ یقیناً کئی گنا کر کے عطا فرمائے گا۔ اور اسے خود ہی معلوم ہے۔ کہ کیا کیا مدارج عطا فرمائے گا۔

دنیا والوں کو تو اس کے کلام سے ہی سبق لینا چاہیئے۔ بے عملی اور قنوطیت کا مسلمانوں میں خاتمہ ہو جانا چاہیئے۔ اپنے متعلق احساس خودی بخوبی ہونا چاہیئے۔ اپنے مستقبل کے متعلق بلندی کا یقین بدرجہ اتم ہونا چاہیئے

اخلاق اسلامی پر عمل ہونا چاہیئے۔ دل میں بلند ترین جذبات کی رستخیز جاری رہنی چاہیئے۔ مسلمان کا جسم زندہ ہونا چاہیئے۔ اس کی روح زندہ ہونی چاہیئے۔ اس کا دل زندہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کی قوم بحیثیتِ مجموعی زندہ ہونی چاہیئے۔

یہ سبق ہے، جو جانے والا شاعر ہمیں دے رہا ہے۔ خدا اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ سبق سب مسلمانوں کو یاد کروا دے۔ اور سبق دینے والے کو "اجر غیر ممنون" عطا فرمائے۔ فقط۔

جامِ طہور

ہندوستان کے مایۂ ناز شاعر اور عصرِ حاضر کے بلند پایہ ادیب جناب عبدالسمیع پال اثر صہبائی کی روح پرور اور حیات افروز رباعیات کا نادر مجموعہ ہے۔ جناب اثر صہبائی کی رباعیات ملک کے بلند پایہ ادبی جرائد مثلاً "ہمایوں" "معارف" "ادبی دنیا" وغیرہ میں چھپ کر ملک کے گوشہ گوشہ سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہیں۔ اور کوئی اُردو دان ادب آشنا ایسا نہ ہوگا جو سرزمینِ ہند میں رہتے ہوئے جناب اثر صہبائی کی روح نواز رباعیات سے لطف اندوز نہ ہوا ہو۔ تاج کمپنی نے اس گرانبہا خزانہ کو جو اوراقِ پریشان کی صورت میں بکھرا ہوا تھا یک جا کیا ہے اور جناب مصنف سے اجازت لیکر اور کافی غیر مطبوعہ رباعیات شامل کر کے اسکو زیورِ طبع سے آراستہ کیا ہے۔

اس مجموعۂ بے بہا کی زیادہ تعریف لکھنا خورشید درخشاں کو چراغ دکھانا ہے۔ یہ کتاب قارئین سے اپنی خوبیاں منوا لے گی۔ اور ہر دردمند دل سے خراجِ تحسین وصول کر کے رہے گی۔

یہ کتاب ۲۰×۳۰/۱۶ سائز پر طبع کی گئی ہے۔ ہر صفحہ میں نہایت خوبصورتی کے ساتھ دو رباعیوں کو سجایا گیا ہے۔ کاغذ کتاب کے شایانِ شان نہایت اعلیٰ درجہ کا، عمدہ کتابت، دل آویز چھپائی کی گئی ہے گویا کتاب باطنی خوبیوں کے علاوہ ظاہری محاسن سے بھی مالا مال ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب تمام علمی حلقوں میں پسند کی جائے گی۔

تاج کمپنی لمٹیڈ ریلوے روڈ لاہور

سفرنامہ ہند

از جناب شیخ نذیر احمد صاحب نمائندہ تاج کمپنی لمٹیڈ لاہور
آفس بھنڈی بازار۔ برانچ محمد علی روڈ بمبئے

گذشتہ سوا سال سے میں نے اپنا دفتر بمبئی میں قائم کرلیا۔ اس لئے سفر کا سلسلہ ختم ہوگیا تھا۔ اب چونکہ میرا بمبئی کا کاروبار خدا کے فضل و کرم سے مضبوط ہو چکا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ اب میری غیر حاضری میرے بمبئی کے کاروبار پر اثر انداز نہ ہوگی۔ لہذا میں نے پھر سلسلہ سفر جاری کر دیا ہے۔ لہذا اب انشاء اللہ یہ سلسلہ سفرنامہ جاری رہے گا:۔

بمبئی سے احمد آباد

آٹھ اپریل ۱۹۳۸ء کی صبح کو کاٹھیاواڑ ایکسپریس سے بمبئی سے احمد آباد کے لئے روانہ ہوا۔ جس ڈبے میں میں سوار ہوا۔ اس میں تین نشستیں تھیں پچھلی نشست پر چند پارسی صاحبان اور سامنے کی نشست پر دو مارواڑی سیٹھ بیٹھے تھے۔ اور میری نشست پر دوسرے سٹیشن سے ایک صاحب آگئے۔ جو الحمدللہ مسلمان تھے۔ گیارہ بجے مارواڑی حضرات نے ایک غلیظ سے کپڑے میں بندھی ہوئی گٹھڑی کو کھولا۔ جس میں اُن کا کھانا تھا۔ گٹھڑی کھول کر میری طرف مخاطب ہوئے۔ میں یہ سمجھا کہ کھانے کی دعوت دے رہے ہیں۔ مگر اس قوم کا اخلاق اتنا بلند قیامت تک بھی نہ ہوگا۔ وہ مجھ سے اور میرے ساتھ بیٹھے ہوئے مسلمان سے کہہ رہے تھے۔ کہ آپ اُٹھ کر دوسری نشست پر چلے جائیں۔ میرے مسلم ساتھی نے مارواڑیوں کو کوئی جواب نہ دیا۔ اور حیرت سے میری طرف دیکھنے لگا میں نے مارواڑی سیٹھوں سے کہا۔ کہ آپ شوق سے بے فکر ہو کر کھائیے۔ ہم آپ سے چھینیں گے نہیں۔ کہنے لگے نہیں یہ بات نہیں آپ ذرا اس طرف چلے جائیں۔ میں نے کہا کہ آپ دو حضرات کے پاس پوری نشست ہے۔ آپ بخوبی کھانا کھا سکتے ہیں۔ ہمیں آپ محض اس جرم میں کہ ہم مسلمان ہیں یہاں سے اُٹھ جانے کا حکم دے رہے ہیں۔ اگر آپ کو ہم سے اتنی ہی نفرت ہے۔ تو آپ خود بخوشی یہاں سے تشریف لے جا سکتے ہیں۔ آپ کے یوں چلے جانے کا مجھے کوئی رنج نہ ہوگا۔ میرا یہ جواب سُن کر پارسی حضرات نے بھی کہا۔ کہ سیٹھ صاحب بات تو معقول ہے

اب یہ سیٹھ اپنی مارواڑی زبان میں آپس میں کہتے ہیں۔کہ یہ مسلمان قوم اب تک ٹھیک نہیں ہوئی ۔ میں انکی زبان سمجھتا تھا میں نے کہا کہ بیشک مسلمانوں میں ابھی غیرت باقی ہے۔مگر آپ کو چاہئے کہ اب کانگریس کی حکومت ہے۔آپ اپنے لئے ڈبے علیحدہ کرالیں۔ٹرین کے ڈبوں پر ہی لکھا ہوا مسلمانوں کے لئے اور ہندوؤں کے لئے۔

احمد آباد

شام سات بجے احمد آباد پہنچا۔یہاں کے مشہور بسم اللہ ہوٹل میں قیام کیا۔صبح جب اپنے دوست عبدالوکیل صاحب کو ملا تو معلوم ہوکر بے حد رنج ہوا کہ آپ کی اہلیہ صاحبہ تین ماہ علیل رہ کر دو روز ہوئے۔کہ آپ کو داغ مفارقت دے گئی ہیں۔خدا اُن کی مغفرت کرے اور ہمارے دوست کو صبر کی توفیق دے۔

ہندوستان بھر کے مسلمان یہ سن کر خوش ہوں گے۔کہ یہاں کے چند مسلمانوں نے بیت المال قائم کر رکھا ہے۔ جو غریب مسلمانوں کی اچھی خدمت کر رہا ہے۔حال ہی میں بیت المال کی طرف سے ایک لیتھو مطبع تیار کیا گیا ہے۔

سُورت

میں بڑودہ اور بھروچ تھوڑے تھوڑے وقت کے لئے ٹھہرتا ہُوا آج تیرہ اپریل کو سورت پہنچا۔یہاں سٹیشن کے سامنے مسلم ہوٹل ہے۔اس کا نام بھی بسم اللہ ہوٹل ہے۔یہاں میں نے قیام کیا۔پچھلی بار جب میں یہاں رہا تھا۔تو اسوقت اپنے شیخ محمد اکرم صاحب آئی۔سی۔ایس یہاں تھے۔جن کے پاس میں ٹھہرا تھا۔مسلم گجرات پریس کے مالک منادی صاحب سے ملاقات ہوئی۔آپ سے پہلے بھی ملاقات ہوئی تھی۔آپ گجراتی کے مانے ہوئے ادیب ہیں۔اور اُردو کے بھی آپ بہت بڑے حامی ہیں۔اقبال کے کلام کے تو حافظ ہیں۔

بوہرہ قوم

کے پیشوا جناب مُلا طاہر سیف الدین صاحب سورت میں ہی رہتے ہیں۔مگر آج کل سورت میں تشریف فرما تھے آپ کے بھائی صاحبوں میں جناب احمد بھائی صاحب سے ان کے دولت کدے پر ملاقات ہوئی۔آپ بڑی محبت اور تپاک سے ملے۔آپ تاج کمپنی کے کاروبار سے پوری طرح واقف تھے۔بلکہ آپ نے ایک الماری کھول کر بتلایا کہ تاج کمپنی کی مطبوعات کو ضرور خریدنا ہی چاہئے۔آپ نے شربت و پان وعطر سے تواضع کی۔

عبدالقادر صاحب توراوا

آپ سے تجارتی خط وکتابت ہو چکی تھی آپ سے مل کر اور تبادلۂ خیالات سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اور رات کی دعوت کے لئے آپ نے مجبور کر دیا۔میں اس سفر میں قلت وقت کے سبب دعوتوں سے بچنا چاہتا تھا

مگر آپ کے اخلاص اور محبت نے مجبور کر دیا۔ رات بھی آپ سے کاروباری اور ملکی حالات پر گفتگو ہوتی رہی۔

ڈابھیل

صبح چھ بجے کی ٹرین سے سورت سے روانہ ہو کر مرولی سٹیشن پر اترا یہاں سے موٹر کے ذریعے ڈابھیل پہنچا جو مرولی سے چھ میل پر واقع ہے۔ ڈابھیل پہنچ کر محمد اسمٰعیل صاحب سوداگر کے ہاں قیام کیا۔ ازاں بعد محمد اسمٰعیل صاحب کے ساتھ جامع ڈابھیل پہنچ گیا۔

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی

سے ملاقات ہوئی آپ نے فرمایا کہ تاج کمپنی لمیٹڈ نے حقیقت ہے۔ کہ بڑا شاندار کام کیا ہے۔ اور ضرورت بھی اس امر کی تھی۔ کہ اسوقت اسلامی مطبوعات کو اسی اہتمام سے شایع کیا جائے۔ خدا اس کمپنی کو خوب ترقی دے۔ کہ یہ زیادہ سے زیادہ خدمات بجا لا سکے۔ حضرت مولانا سے نصف گھنٹہ تک موجودہ مطبوعات کے متعلق اور آئندہ شائع ہونے والی مطبوعات کے متعلق تبادلہ خیالات ہوا۔ حضرت مولانا نے آئندہ شایع ہونے والی مطبوعات کے متعلق نہایت بیش بہا مشورے دیئے۔ جس کے لئے تاج کمپنی کے منتظمین اور خاکسار آپ کے بے حد شکر گزار ہیں۔

جامع ڈابھیل

دیوبند کیطرح بہترین دینی درسگاہ ہے۔ ڈابھیل کے دو مخیر حضرات ایک ایک ہزار روپیہ ماہانہ اس درگاہ کو دیتے ہیں۔ جن میں ایک صاحب کی افریقہ میں تجارت ہے۔ اور دوسرے صاحب بمبئی میں میرے دفتر کے متصل رہتے ہیں۔ میں رات کی ٹرین سے واپس بمبئی آگیا۔ اب میں انشاء اللہ مدراس ہوتا ہوا رنگون وسنگاپور ملایا وغیرہ جاؤں گا۔ وہاں کے حالات انشاء اللہ اگلے پرچے میں درج ہونگے۔

حیات نادر

اعلیٰ حضرت شہید محمد نادر خاں غازی کی سوانح عمری۔ ہندوستان میں ولادت تربیت۔ افغانستان میں عسکری مدارج۔ تین لڑائیوں میں فتوحات جنگ استقلال و آزادی میں کامیابی و ناموری ملکی اصلاحات۔ یورپ میں کنارہ کشی۔ وطن کی نجات کے لئے بے مثل جد وجہد۔ قبائل کو متحد کرنا۔ بچہ سقہ کے ساتھ مقابلہ شکست و فتح۔ بادشاہی میں ترقیات ملی۔ تدبیر و تقویٰ کا نمونہ حسنہ۔ شہادت پہلی احسانمندی کا اعتراف۔ ظاہر شاہ کے حالات۔ اور نادر برادران کی بلند خدمات۔ صفحات ... تصاویر ۲۰۔ قیمت اعلیٰ دو روپے ادنیٰ ڈیڑھ روپیہ

کتابوں کی خبریں

قادیانی قول و فعل

جناب صلاح الدین محمد الیاس برنی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) ناظم دارالترجمہ حیدرآباد (دکن) کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ تصنیف و تالیف کے ذریعہ سے نہایت شاندار علمی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کو قادیانیت کے متعلق بہت گہری واقفیت ہے۔ چنانچہ آپ نے قادیانی مذہب کے نام سے جو کتاب تالیف فرمائی ہے۔ اس میں خود مرزا صاحب قادیانی اور قادیانی اکابر کی تقریباً سوا سو کتابوں میں سے تقریباً دو ہزار اقتباسات مع حوالجات پیش کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب بیس فصلوں پر مشتمل ہے جن میں مضمون وار ترتیب کے ذریعہ سے قادیانی تحریک کے سارے پہلو واضح کر دیئے گئے ہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے قادیانی مذہب کے جواب میں ایک کتاب شائع کی گئی ہے جس کا نام ہے "بشارت احمد" اس میں عجیب و غریب قسم کی غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف نے ان غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کی تردید کے لئے "قادیانی قول و فعل" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جو مختصر ہونے کے ساتھ ہی نہایت پُر مغز اور حقیقت افروز ہے۔ یہ کتاب مسلمانوں کو قادیانی کے دجل و فریب کو واضح کرنے کے لئے نہایت مؤثر ثابت ہوگی۔

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں قادیانی نبوت مسلمانوں کی تکفیر۔ قادیانی انقطاع۔ قادیانی نشر و اشاعت۔ قادیانی تبلیغ۔ اور قادیانی سیاست وغیرہ اہم مسائل پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دوسرے باب میں قادیانی عذرات کی دھجیاں اڑائی گئی ہیں۔ اور باب سوم میں خلافت قادیانی۔ قادیان کی ہر دو جماعتوں کی قلعی اچھی طرح کھولی گئی ہے۔

اس کتاب کی ایک اور خوبی یہ ہے۔ کہ اسمیں نہایت سادہ زبان۔ اور نہایت دلنشیں انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ ہماری رائے میں اس کا مطالعہ مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا ہم اسکے مطالعہ کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ کاغذ عمدہ سائز ۲۲×۲۹/۸۔ حجم تقریباً چار سو صفحات۔ لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود عوام کی سہولت کے لئے اسکی قیمت صرف بارہ آنے رکھی گئی ہے۔

[illegible]

LIBRARY IQBAL ACADEMY Book No. 3183

لے لئے ہیں۔ تاج کمپنی سے طلب کیجئے ۔ قیمت بار[illegible]

صنمخانۂ عشق

ملک الشعرا مفتی منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی دور متاخرین میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ انکا کلام رنگین بہر کیف دو رپر سرور ہوتا ہے۔ اس میں بلا کی روانی ہے۔ اسلوب بیاں بھی دلکش ہے۔ اور طرز ادا بھی پسندیدہ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اپنے زمانہ میں تمام شعرا سے افضل سمجھے جاتے تھے۔ اور نواب رامپور نے انہیں اپنا استاد بنا لیا تھا انکی غزلوں کے کئی دیوان موجود ہیں۔ صنمخانۂ عشق بھی انہی کے افکار عالیہ کا ایک نادر مرقع ہے۔ حجم ۴۲ صفحات۔ قیمت ۱۲/ـــ ملنے کا پتہ :- تاج کمپنی لاہور

[redacted]

تاج سخن

حضرت امیر مینائی لکھنوی کے جانشین حافظ جلیل حسن صاحب۔ ملقب بہ نواب فصاحت جنگ بہادر بھی ایک نہایت مشہور اور ممتاز شاعر ہیں۔ اور انکے کلام میں اپنے استاد کی بہت سی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

دور حاضرہ کے متغزلین میں وہ پایہ بلند رکھتے ہیں۔ اور اعلیحضرت حضور نظام کی اُستادی کا شرف حاصل ہے انکا پہلا دیوان "تاج سخن" کے نام سے شایع ہوا ہے۔ یہ نہایت بہر کیف غزلوں پر مشتمل ہے۔ حجم تقریباً ۴۰ صفحات لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ۱۲/ تاج کمپنی سے مل سکتی ہے۔

خمخانۂ ازل

خمخانۂ ازل" مولوی محمد یونس صاحب جلیل بی۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی وکیل عدالت عالیہ بمبئی کی نعتیہ کلام کا روح پرور مجموعہ ہے۔ عام طور پر نعت خواں جو نعتیں پڑھتے ہیں۔ وہ نہایت پست ہوتی ہیں۔ اور ان میں اکثر ولیسی ہیں۔ جن سے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ بعض میں آپکی شان کو گھٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور بعض میں آنحضرت کو نعوذ باللہ خدا کا بیٹا بنا دیا جاتا ہے۔ اسلئے اچھی نعتوں کی ضرورت ہے۔

"خمخانۂ ازل" اس اہم ضرورت کو بہت اچھی طرح پورا کر سکتی ہے۔ اس میں کثیر التعداد روح پرور نعتیں درج ہیں۔ حجم تقریباً ۱۷۶ صفحات ۔ ایک روپیہ میں تاج کمپنی سے طلب کیجئے۔

BRARY.
No. 16458
STAN
AHORE

بنج کی خط وکتابت کیلئے

فینسی کاغذ اور لفافے

جس طرح انسان زیادہ تر لباس سے پہچانا جاتا ہے۔ اسی طرح خط وکتابت میں چٹھیوں کے کاغذ اور لفافوں سے خط لکھنے والے کا غائبانہ اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ خط وکتابت کے اخلاق میں یہ بات بھی داخل ہے۔ کہ کاتب نہ صرف اپنی پوزیشن بلکہ مکتوب الیہ کی پوزیشن کے مطابق چٹھیوں کا کاغذ اور لفافہ استعمال کرے ؛

ہمارے ہاں سٹیشنری کا ایک خاص شعبہ بھی قائم ہے جس میں بنج کی خط وکتابت کیلئے خصوصیت سے موزوں اور دیدہ زیب کاغذ اور لفافے رکھے جاتے ہیں۔ یہ دیکھنے میں بہت بڑھیا ہیں۔ مگر قیمت معمولی ہے۔ کاغذ لفافوں کے ہر رنگ میں اور گتے کے نہایت خوبصورت بکسوں میں بند۔ مال کے لحاظ سے قیمت مقرر ہے۔ لیکن کمپنی چونکہ ولایت سے براہ راست مال بہت زیادہ تعداد میں منگواتی ہے۔ اس لئے قیمتیں نسبتاً بہت ارزاں ہیں ؛

اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ آپ کا رقعہ زیادہ باعزت ہو۔ آپ کا خط زیادہ باعظمت ہو۔ آپ کی خط وکتابت زیادہ پُرتوقیر ہو اور آپ کا محبت نامہ زیادہ پُرتاثیر ہو۔ تو موزوں کاغذ اور لفافے ہم سے منگوا لیجئے ؛

بکس نمبر ۱	۴۰ کاغذ	۴۰ لفافے	قیمت فی بکس	[illegible]	
بکس نمبر ۲	۳۰ "	۳۰ "	" "	[illegible]	
بکس نمبر ۳	۲۵ "	۲۵ "	" "	[illegible]	نمبر ۱ و ۲ سے بڑھیا ہیں
بکس نمبر ۴	۲۵ "	۲۵ "	" "	[illegible]	
بکس نمبر ۵	۲۵ "	۲۵ "	قیمت فی بکس [illegible]		اس کا سائز ذرا چھوٹا ہے۔ زنانہ خط وکتابت کیلئے موزوں ہے
بکس نمبر ۶	۲۰ "	۲۰ "	قیمت فی بکس	[illegible]	
پیڈ نمبر ۷	۴۰ "	۳۰ "	فی پیڈ	۱۰ر	
پیڈ نمبر ۸	۲۰ "	۲۰ " فینسی بارڈر	فی عدد	۸ر	

تاج کمپنی لمیٹڈ۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

سُرمہ عرب (رجسٹرڈ) و سُرمہ فردوس (رجسٹرڈ)

شیخ غلام رسُول صاحب مُوجد سُرمہ مقوی بصر نے ۴۰ سالہ تجربہ کے بعد دو نئے سُرمے بنائے ہیں۔ ایک سُرمہ عرب رجسٹرڈ، دوسرا سرمہ فردوس رجسٹرڈ۔ سُرمہ مقوی بصر کی شہرت سے آپ ناواقف نہ ہونگے۔ آپ خود اندازہ کر لیجیئے کہ جس سُرمہ کو پندرہ ہزار سے زیادہ معزز تاجر، ڈاکٹر، حکیم، ویدصاحبان فروخت کر رہے ہوں وہ کیسی مفید چیز ہوگی۔

سرمہ عرب اور سرمہ فردوس شیخ صاحب کے ۳۶ سالہ تجربہ کا نچوڑ ہیں۔ یہ دونوں سُرمے آنکھوں کی تمام تکالیف کیلئے بہت ہی مفید ثابت ہُوئے ہیں۔ نظر کی کمزوری کیلئے سرمہ فردوس ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ اسکے استعمال سے عینک کی ضرورت نہیں رہتی۔ یہ قیمتی دوائیوں کا جوہر ہے لیکن قیمت بہت کم رکھی گئی ہے۔ تاکہ ہر ایک فائدہ حاصل کر سکے۔ ایک تولہ سے کم کوئی سرمہ روانہ نہیں کیا جاتا۔

قیمت سُرمہ عرب ایک روپیہ تولہ۔ سُرمہ فردوس دو روپے تولہ

سُرمہ سپید (رجسٹرڈ)

اس سُرمہ کا چند روزہ استعمال آنکھوں کو دھند، جالا، غبار، تاریکی چشم اور ضعف بصارت سے پاک کر کے بینائی کو نہایت تیز اور آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے۔ یہ سُرمہ اوصاف کے لحاظ سے نہایت بیش بہا اور نادر الوجود چیز ہے۔ جو حضرات سیاہ سرمہ کا استعمال ناپسند کرتے ہوں اُنکے لئے یہ سُرمہ نہایت مفید، کم خرچ اور بالانشین کا مصداق ثابت ہُوا ہے۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ

تاج کمپنی لمیٹڈ، ریلوے روڈ لاہور

سرورق۔ تاج آرٹ پریس ریلوے روڈ لاہور میں چھپا